اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ (النسآء:131)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

شبہ والی چیزوں کو چھوڑنے کا حکم:۔

تقوٰی، شریعت پر احتیاط کے ساتھ عمل کرنے کا دوسرا نام ہے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَیِّنٌ وَ مَا بَیْنَھُمَا مُشْتَبِھَاتٌ حلال بھی بالکل واضح ہے اور حرام بھی بالکل واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں۔

یعنی حلال اور حرام چیزوں کے درمیان کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو بندے کو شبہ میں ڈال دیتی ہیں۔ جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ان شبہ والی چیزوں کو بھی چھوڑ دیتا ہے، وہ متقی اور پرہیزگار رہوتا ہے۔

پروردگار عالم کی وصیت......!!!

تقوٰی ایمان والوں کے لیے بہت ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ (النسآء:131)

اور ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی یہ وصیت کی اور تمہیں بھی یہ وصیت کرتے ہیں کہ تم اللہ سے ڈرو! اس آیت میں اللہ رب العزت عجیب انداز میں اس امت کو اپنا حکم سنا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہلے اہل کتاب کو بھی وصیت کی اور تمہیں بھی وصیت کر رہے ہیں کہ تم اپنے اندر تقوٰی پیدا کرو! یعنی یہ ایک ایسا پیغام ہے جو پہلی امتوں کو بھی ملا اور اس امت کو بھی ملا ہے، اس کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے۔ وصیت وہ ہوتی ہے جو کسی بندے کی زندگی کا آخری پیغام ہوتا ہے۔ عام طور پر تو نصیحت کی

جاتی ہے لیکن تمام زندگی کی نصیحتوں کا جو نچوڑ ہوتا ہے اس کو وصیت کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے یہاں تقوی کے لیے وصیت کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ اس بات سے بھی تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں بن سکتا۔ اسی لیے ارشاد فرمایا:

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:62) جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی حزن ہوتا ہے۔

خوف، باہر کے دشمن کے ڈر کو کہتے ہیں اور حزن، اندر کے غم کو کہتے ہیں، یہ دونوں چیزیں اولیاء کے اندر نہیں ہوتیں۔ آگے فرما دیا کہ یہ اولیاء کون ہوتے ہیں؟

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس:63) جو ایمان لاتے اور انہوں نے تقوی کو اختیار کیا۔

ایک اور مقام پر بڑی وضاحت کے ساتھ فرما دیا:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:34) اللہ کے دوست پرہیزگار ہوتے ہیں۔

کوئی بھی فاسق وفاجر اللہ کا دوست نہیں بن سکتا۔

ولایت کے درجات:

ولایت کے دو درجے ہیں۔

(۱) ولایت عامہ　(۲) ولایت خاصہ

جس بندے نے کلمہ پڑھ لیا، اسے ولایت عامہ کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ:257) اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کا۔

ولایت خاصہ کے لیے تقوی لازمی، ہے۔ اس لیے جو انسان متقی اور پرہیزگار بنے گا، اسے ولایت خاصہ

نصیب ہوگی یعنی اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے گا۔

تقویٰ......اکابرین کی نظر میں:

اب تقویٰ کی حقیقت کو کھولنا ضروری ہے۔مثال کے طور پر غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو! اس کے چہرے کو دیکھنا تو حرام ہے لیکن اگر کوئی عورت برقع پہنے ہوئے ہے اور اس پر نظر پڑ گئی تو اس کے بارے میں شریعت یہ کہتی ہے کہ اس نے کوئی حرام کام نہیں کیا، تاہم غیر محرم عورت کے کپڑوں پر بھی نظر نہ ڈالنا، یہ تقویٰ ہے یعنی اس کے قد و قامت کا اندازہ بھی دل میں نہ لائے اور دل میں یہ خواہش بھی نہ اٹھے کہ اس کے کپڑوں کا رنگ پیلا ہے یا نیلا ہے۔

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا......تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے پوچھا: کیا آپ کبھی خار دار راستے میں سے گزرے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں۔ پوچھا: کیسے گزرتے ہو، میں ایسے راستے سے بچ بچا کے اور سمٹ سمٹا کر گزرتا ہوں تا کہ میرا دامن کسی کانٹے میں الجھ نہ جائے۔ابن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ یہی تقویٰ ہے کہ انسان اس طرح احتیاط کی زندگی گزارے کہ اس کا دامن کسی گناہ سے آلودہ نہ ہو۔

☆......ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا، حضرت: متقی کون ہوتا ہے؟ فرمایا متقی وہ انسان ہوتا ہے جس کے قلب کی تمناؤں اور آرزوؤں کو اگر مجسّم کر کے سر بازار لوگوں کو دکھائیں تو ان میں کوئی بھی ایسی تمنا نہ ہو جس کی وجہ سے اسے ندامت اور شرمندگی اٹھانا پڑے......کیا مطلب؟ یعنی ظاہر میں گناہ کرنا تو دور کی بات، اس کے دل میں بھی کوئی ایسی تمنا نہ ہو کہ جس کے اظہار پر اسے ندامت اٹھانی پڑے۔

☆......ہمارے حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ امام العلما والصلحا کہلاتے تھے۔تقسیم ہند کے

وقت حضرت حسین احمد مدنی علیہ رحمۃ اللہ کے بہت سے ایسے شاگرد تھے، جنہوں نے ان سے دورۂ حدیث کیا تھا۔انہوں نے حضرت مدنی علیہ رحمۃ اللہ کو خط لکھا کہ حضرت! جب پہلے کسی مسئلے کے بارے میں رجوع کی ضرورت پیش آتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔اب ملک تقسیم ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا آپ کی خدمت میں آنا جانا مشکل ہے، اس لیے ہماری رہنمائی فرمائیں کہ اب ہم کیا کریں ؟تو حضرت مدنی علیہ رحمۃ اللہ نے تین حضرات کے نام لیے، جن میں سے ایک نام حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی علیہ رحمۃ اللہ کا تھا، کہ یہ ایک متقی اور متبع سنت بزرگ ہیں، اگر ان کے ساتھ تعلّق رکھو گے تو پھر تمہیں کسی اور مربی کے پاس جانے کی حاجت نہیں رہے گی۔ ......ایسے پکے بزرگ تھے کہ......اگر ان کے خلفاء کے ناموں کی فہرست دیکھیں تو وہ کم بیش دوسو ناموں پر مشتمل ہے، ان تمام ناموں کے ساتھ ناظم، مہتمم، مفتی، حافظ اور قاری میں سے کوئی نہ کوئی نام ضرور ملتا تھا۔یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واقعی اہل علم حضرات کا امام بنا دیا تھا۔ان سے کسی نے پوچھا: حضرت تقویٰ کیا ہے؟ حضرت علیہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہر وہ چیز جس کو اختیار کرنے سے تعلّق باللہ میں فرق آجائے، اس کو چھوڑ دینا تقویٰ کہلاتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کچھ کرنے کا نام نہیں، بلکہ نہ کرنے کا نام ہے۔سالکین اس بات کو توجہ کے ساتھ سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔تقویٰ یہ نہیں کہ دو رکعت نفل پڑھ لیے یا صبح اٹھ کر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگالیں بلکہ کچھ کام نہ کرنے کا نام تقویٰ ہے۔کون سے کام؟ ......جو کام اس کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیں ان کو چھوڑ دے، حرام کام بھی نہ کرے اور جس کام میں حرام کا شبہ ہو اس کو بھی نہ کرے، اس لیے اس کا نام پرہیز گاری پڑ گیا۔

اگر یہ عاجز سمجھانے کی خاطر سادہ لفظوں میں متقی کی تعریف کرے تو یہ ہوگی کہ جو انسان علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دے اور ایسی محتاط زندگی گزارے کہ قیامت کے دن اس کا گریبان پکڑنے والا کوئی نہ ہو، اس شخص کو متقی اور پرہیز گار کہتے ہیں۔علم اور ارادے کی بات اس لیے کی کہ مشکٰوۃ شریف کی آخری

احادیث کا مفہوم ہے کہ اس امت سے اللہ تعالیٰ نے خطا اور نسیان کو اٹھالیا ہے۔ اگر بھول چوک سے کوئی کوتاہی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ جلدی معاف فرمادیتے ہیں، نقصان دہ وہ چیز ہوتی ہے جو جان بوجھ کر کی جائے۔ اس لیے جو شخص محتاط زندگی گزارے۔

اللہ تعالیٰ کا حق بھی پورا کرے۔

اللہ کے محبوب ﷺ کے حقوق بھی پورے کرے۔

والدین کے حقوق بھی ادا کرے۔

اولاد کے حقوق بھی ادا کرے۔

ہمسایوں اور رشتہ داروں کے حقوق بھی پورے کرے

اور دوست احباب کے حقوق بھی پورے کرے۔

اس شخص کو متقی اور پرہیز گار کہا جائے گا۔

اب ہم اپنی ججمنٹ خود کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے دلوں میں کس درجے کا تقویٰ لیے ہوئے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہر دوسرا بندہ ہمارا گریبان پکڑنے والا ہے؟

تقویٰ......قرآن مجید کی نظر میں:

قرآن مجید سمجھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ اس میں جابجا تقویٰ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اتنی تاکید شاید ہی کسی اور حکم کے بارے میں کی گئی ہو جتنی تاکید تقویٰ اختیار کرنے کی گئی ہے۔ فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ (البقرہ:223) اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم نے اللہ سے ملاقات کرنی ہے

بلکہ ایک ایک آیت میں دو دو مرتبہ بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے میں ایک سانس میں کوئی کام دو دفعہ کہوں، ایک دفعہ کہہ دینا بھی کافی ہوتا ہے، لیکن اگر ایک ہی سانس میں دو دفعہ کوئی بات کہوں گا تو اس سے اس بات کی تاکید بڑھ جائے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی تقویٰ کی اہمیت سمجھانے کے لیے ایک ایک آیت میں دو دو مرتبہ اس کا حکم دیا ہے۔ سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے!

ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (الحشر:18)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت کے دن) کے لیے کیا سامان بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔

یہ ایک ہی آیت ہے اور اس میں دو مرتبہ اِتَّقُوْا اللّٰہ کے الفاظ آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی کہہ دے کہ اتفاقاً ایک مرتبہ ایسا ہو گیا ہے، نہیں بلکہ سورۃ النساء میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (النسآء:1) اب بتائیں، ہم قیامت کے دن کیا جواب دیں گے؟...... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ایک ایک آیت میں دو دو مرتبہ اتقوا کا امر کیا اور تم نے اس کا مطلب ہی نہیں سمجھا تھا۔ صرف ونحو کے اعتبار سے طلباء کے لیے کوئی اتنا مشکل صیغے تو نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آسکیں۔ یہ امر کا صیغہ ہے جو ہر ایک کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ ہم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ نفس ہمیں عمل نہیں کرنے دیتا۔

بلکہ ایک آیت میں تو تین مرتبہ تقویٰ کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا (المآئدہ:93)

جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، اب آئندہ کے پرہیز گار رہوئے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے پھر پرہیز گار رہوئے اور ایمان لائے پھر پرہیز گار رہوئے اور نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

کاش! ہم اس کام کی اہمیت کو سمجھتے اور تقویٰ اختیار کرنے کا ارادہ کر لیتے۔

تقویٰ کے فوائد وثمرات

آئیے! قرآن مجید کی نظر میں دیکھیں کہ تقویٰ کے فوائد وثمرات کیا ہیں؟

(۱) تکفیر سیّئات:

متقی بندہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بہت ہی جلدی معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ (الطلاق:5) اور جو متقی بنے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

سبحان اللہ! یہ کتنا بڑا اجر ہے! انسان ہونے کے ناتے!!! اگر کوئی کوتاہی ہو بھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جلدی معاف فرما دیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ چھوٹا بچہ ماں سے محبّت رکھتا ہے، وہ ماں کے بغیر کہیں نہیں جاتا، اسے کوئی اٹھائے تو وہ ماں کی طرف بھاگتا ہے، تھوڑی دیر تک وہ ماں کا چہرہ نہ دیکھے تو روتا ہے، ماں پیچھے بھی ہٹائے تو ماں سے لپٹتا ہے، ماں بھی سمجھتی ہے کہ یہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کے دل

کوتسلّی ہوتی ہے کہ یہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔اب اگر بالفرض کبھی وہ چھوٹا سا بچہ کسی وقت اپنی ماں کے چہرے پرتھپّڑ ہی لگا دے تو یہ تھپّڑ لگانا جوایک قابل سزا جرم تھا،اس پر ماں اسے سزانہیں دیتی بلکہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے چوم لیتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ یہ نادان اور ناسمجھ ہے، وہ اسے بچے کی ناسمجھی سمجھ کر جلدی معاف کر دیتی ہے کیونکہ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ یہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔اسی طرح متقی انسان اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر بتقاضائے شریعت وہ کبھی گناہ کا مرتکب بھی ہو بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نادان سمجھ کر جلدی معاف فرما دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرا ایسا بندہ ہے کہ اس کی لائف ہسٹری بتاتی ہے کہ یہ احتیاط برتتا ہے مگر اب اس سے کوتاہی ہوگئی ہے، چلو میں اب اسے معاف کر دیتا ہوں۔

اگر خاوند کو بیوی بڑی پیاری ہو تو اس کی چھوٹی موٹی غلطی وہ سنتا ہی نہیں ہے۔ ماں بتانا چاہے کہ تیری بیوی کی یہ غلطی ہے یا بہن بتانا چاہے کہ تیری بیوی کی یہ غلطی ہے تو وہ سنتا ہی نہیں ہے۔حالانکہ غلطی ہوتی ہے لیکن محبّت کی وجہ سے وہ چشم پوشی اختیار کر لیتا ہے۔اسی طرح متقی انسان اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت وہ غلطی کر بھی بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کو جلدی معاف کر دیتے ہیں۔جیسے بڑے ملک چھوٹے ملکوں کے قرضے معاف کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ رب العزت بھی ان گناہوں کے قرضے کو معاف کر کے سروں سے بوجھ کو ختم کر دیتے ہیں۔

(۲) اعظام اجر:

تقویٰ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی بندے کو بہت زیادہ اجر عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا (الطلاق:5) اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو بڑھا دیتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کے اعمال کا ریٹ بڑھا دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

☆......دیکھیں سیزن میں ٹماٹر عام طور پر دو چار روپے کلو بکتا ہے، لیکن کئی مرتبہ سال میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جب یہ عام دستیاب نہیں ہوتے۔ پچھلے سال ہم نے سنا کہ یہ سو روپے فی کلو کے حساب سے بکتا رہا ہے، ہے تو ٹماٹر مگر قیمت بڑھ گئی۔ تو یوں سمجھیے کہ متقی انسان جو اعمال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر Off season vegetables (غیر موسمی سبزی) کا ریٹ لگا دیتے ہیں۔

☆......بعض اوقات آپ کو ایک کپڑا دس روپے گز ملے گا اور دوسرا کپڑا آپ کو پانچ سو روپے گز ملے گا، یہ بھی کپڑا ہے، وہ بھی کپڑا ہے، اس سے بھی بدن ڈھانپا جا سکتا ہے اور اس سے بھی بدن ڈھانپا جا سکتا ہے لیکن کوالٹی کا فرق ہے...... آج لوگ زیادہ قیمت دے کر اعلیٰ کوالٹی کی چیز خریدتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پیسے کی پرواہ نہ کرو! مجھے اعلیٰ چیز چاہیے۔ بالکل اسی طرح اللہ رب العزت بھی متقی بندے کے اخلاص والے محتاط عمل کو زیادہ ریٹ دے کر قبول فرما لیا کرتے ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ”متقی آدمی کی دو رکعت، غیر متقی آدمی کی ایک ہزار رکعت پر بھی فضیلت رکھتی ہے“۔

☆......ایک من مٹی بھی ایک من ہوتی ہے، ایک من لوہا بھی ایک من ہوتا ہے اور ایک من سونا بھی ایک من ہی ہوتا ہے۔ اس ایک من مٹی کی قیمت اور ہے، ایک من لوہے کی قیمت اور ہے اور ایک من سونے کی قیمت اور ہے۔ فاسق و فاجر لوگ، عام لوگ اور متقی لوگ ایک ہی نماز پڑھتے ہیں لیکن جو فسق و فجور کی

زندگی گزارنے والا ہو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مٹی کا بھاؤ لگائیں ، جو ہم جیسے عام لوگ ہوں، ان پر لوہے کا بھاؤ لگائیں اور اگر کوئی متقی اور پرہیز گار ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سونے کا بھاؤ لگا دیں۔

☆......اگر آپ کسی بزنس مین کو کہیں کہ آپ اپنی چیز کو باہر بھیج دیں، وہاں ریٹ زیادہ لگے گا تو وہ ہر ممکن کوشش کر کے اپنے چاول وغیرہ ایکسپورٹ کرے گا۔اس کو پتہ ہے کہ یہاں چاول کا معقول ریٹ نہیں ملتا، البتہ باہر چلے گئے تو شاید دوگنا ریٹ مل جائے گا۔جس طرح ایک بزنس مین دوگنا مال حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح مومن بندے کے اعمال پر بھی اس کو کئی گنا بڑھا کر ریٹ دیا جاتا ہے۔لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے اعمال ایکسپورٹ مارکیٹ کے مطابق بنائیں تاکہ ڈبل ریٹ ملے۔

☆......موٹی سی بات ہے کہ لوگ آٹھ گھنٹے دفتر میں کام کرتے ہیں، کوئی تین ہزار لے کر آتا ہے اور کوئی تیس ہزار لے کر آتا ہے۔کاروباری حضرات ہوسکتا ہے کہ ایک لاکھ لے کے آتے ہوں۔وقت ایک جیسا ہے مگر اجرت مختلف ہوتی ہے۔متقی آدمی بھی اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہوتا ہے کہ وہ بھی عمل تو عام آدمی کی طرح ہی کرتا ہے مگر اس کے تقویٰ کی بنا پر اللہ رب العزت اس کے عمل پر اس کو بہت بڑا اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

(۳) اعطائے فرقان:

تقویٰ کی بنا پر اللہ تعالیٰ انسان کو ایک نور عطا فرما دیتا ہے۔اس کو نور فراست کہہ لیجئے۔قرآن مجید کی زبان میں اس کو فرقان کہا گیا ہے۔چنانچہ فرمایا:

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (الانفال:29) اور جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے فرقان عطا فرما دیتا ہے

یہ ایک نور ہوتا ہے جس کی وجہ سے بندے کو کھوٹے اور کھرے کا فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قوت فارقہ یعنی فرق بین الحق والباطل کی نعمت عطا فرما دیتے ہیں۔ اسے اچھے اور برے کی فوراً تمیز ہو جاتی ہے۔ یہ نعمت اللہ والوں کے پاس موجود ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست سے ڈرو! وہ اللہ رب العزت کے نور سے دیکھتا ہے۔

کہ فراست مومنانہ بڑی عجیب نعمت ہے۔ اس امت کے اولیاء کو کثرت سے یہ نور فراست عطا ہوا۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ولادت سے پہلے بیٹی کی خبر:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے کچھ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کو بلایا۔ فرمایا کہ میری یہ جائیداد اپنے دو بھائیوں میں اور دو بہنوں میں تقسیم کر دینا۔ انہوں نے عرض کیا: وہ کیسے؟ میری تو ایک بہن ہے۔ فرمایا نہیں، تمہاری والدہ امید سے ہے اور میرے وجدان نے مجھے بتایا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ مجھے بیٹی عطا فرمائیں گے۔ اس لیے اس کو بھی شمار کیا ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلیہ کو بیٹی عطا فرمائی اور ان کی بات سو فیصد سچ نکلی۔ یہ فراست ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں القا فرما دیتے ہیں۔

خواب سنے بغیر تعبیر:

البدایہ والنہایہ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کا دیدار کیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السّلام نے فجر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے

پیچھے پڑھی۔ پھر نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ نمازیوں کی طرف رخ انور کر کے بیٹھ گئے۔ اس دوران میں ایک عورت آئی اور اس نے کھجوروں کا ایک بھرا ہوا تھال پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس میں سے دو کھجوریں لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھانے کے لیے دیں۔ جب انہوں نے وہ کھجوریں کھائیں تو انہیں بڑا مزہ آیا۔ اسی دوران ان کی آنکھ کھل گئی...... انہیں خواب دیکھنے کا بھی بڑا مزہ آیا۔ ایک تو محبوب ﷺ کا دیدار ہوا، دوسرا ان کے پیچھے نماز پڑھی اور تیسرا ان کے ہاتھوں سے کھجوریں کھائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، یہ خلافتِ فاروقی کا زمانہ تھا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیے کہ انہوں نے نماز میں وہی دوسورتیں پڑھیں جو خواب میں نبی علیہ السّلام نے نماز میں پڑھی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے حیران ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ حسنِ اتفاق دیکھیں کہ ایک عورت نے امیر المومنین کی طرف کھجوروں سے بھرا ہوا ایک تھال پہنچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے دو کھجوریں اٹھائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھانے کے لیے دیں۔ جب انہوں نے کھجوریں کھائیں تو ان کا دل بڑا خوش ہوا۔ دو کھجوریں کھانے کے بعد انہوں نے کہا امیر المومنین! مجھے اور بھی دیجیے۔ اس بات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمانے لگے:

اگر آپ کو خواب میں نبی اکرم ﷺ نے اور بھی دی ہوتیں تو میں اور بھی عطا کر دیتا۔ یہ نور فراست ہوتا ہے جو تقویٰ کی بنا پر انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ نعمت ہر بندے کو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر آپ غور کریں تو یہ چیز آج زندگیوں سے نکلتی جا رہی ہے۔

بدنظری کا فوری ادراک:

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ ایک صاحب ان کی مجلس میں حاضر ہوئے ان کی نظر راستے

میں کہیں غیر محرم پر پڑ گئی تھی۔ آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہو گیا، ہماری محفل میں بے مہابہ چلے آتے ہیں اور انکی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے۔''

وہ یہ بات سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے۔ کیا اب بھی وحی اترتی ہے؟ فرمایا: نہیں یہ وحی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے ایک فراست ہے جو مومن کو عطا کر دی جاتی ہے۔

فراست مومن کا مطلب:

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں بیٹھے تھے، ایک شخص ان کے پاس آیا۔ اس نے جبہ بھی پہنا ہوا تھا اور عمامہ بھی باندھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بظاہر منور نظر آ رہا تھا۔ گورا، چٹا، خوبصورت تھا، وہ آ کر کہنے لگا۔ حضرت! مجھے آپ ایک حدیث کا مطلب سمجھا دیجیے۔ پوچھا، کونسی حدیث؟ اس نے کہا، حدیث یہ ہے۔

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنورالله مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

حضرت نے اس کا چہرہ دیکھا اور فرمایا او نصرانی کے بیٹے! اس کا مطلب یہ ہے کہ تو کلمہ پڑھ اور مسلمان ہو جا! یہ سن کر اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ کہنے لگا، واقعی میں نصرانی ہوں، میں اس لیے آیا تھا کہ میں پہلے آپ سے اس کا معنیٰ پوچھوں گا اور پھر میں آپ کو لوگوں میں رسوا کروں گا کہ آپ اتنے بڑے شیخ بنے پھرتے ہیں لیکن اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ میں مومن ہوں یا نہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ واقعی یہ ایک نعمت ہے جو مومن بندے کے دل میں عطا ہوتی ہے۔ لہٰذا اب میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اللہ اکبر!!!

تمہارے گھر میں سؤر کیسے......!!!

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بہت محتاط بزرگ تھے۔ ان کی زندگی میں بڑا تقویٰ تھا۔ اگر کوئی

آدمی ان کو کوئی مشتبہ مال کی چیز کھانے کے لیے دیتا تھا تو آپ قبول ہی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرتؒ کے لیے مشتبہ مال سے بہت زیادہ کھانا بنوایا، تقریباً پچیس تیس ڈشز بنوائیں۔ اس کے علاوہ دال بالکل حلال مال سے بنوائی۔ جب حضرت دسترخوان پر تشریف لائے تو فقط دال کے ساتھ روٹی کھا کر اٹھ گئے، باقی کسی اور چیز کی طرف ہاتھ بھی نہ بڑھایا۔

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرحمٰن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی سفر پر تھے۔ اس دوران حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ میں کسی پروگرام کیلیے تشریف لائے اور واپسی پر اچانک چکوال تشریف لے آئے۔ جب حضرتؒ اچانک تشریف لائے تو میں خوش بھی ہوا اور حیران بھی ہوا۔ میں نے گھر میں والدہ صاحبہ کو آ کر بتایا کہ حضرتؒ تشریف لائے ہیں، ان کے لیے کھانا بنائے۔ میں نے حضرتؒ کو بٹھایا، پانی پلایا اور جب دسترخوان لگایا تو حضرتؒ نے دسترخوان کی طرف ایک مرتبہ دیکھا اور پھر مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: ''تمہارے گھر میں سؤر کیسے داخل ہو گیا؟''۔ فرماتے ہیں کہ میں فوراً واپس والدہ صاحبہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: امی جان حضرت تو کھانے کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھا رہے اور مجھے غصے سے دیکھ کر فرماتے ہیں کہ تمہارے گھر میں یہ سؤر کیسے داخل ہو گیا۔ امی جان سر پکڑ کر کہنے لگیں ''اوہو! غلطی میری ہے۔ یہ میرے ہمسائے والی عورت مدتوں سے مجھے کہہ رہی تھی کہ جب کبھی تمہارے پیر صاحب آئیں گے تو اس دفعہ کھانا میں بنا کے دوں گی، اور مجھے خیال ہی نہ رہا کہ حضرت محتاط غذا کھاتے ہیں۔ میں نے پڑوسن کا حق سمجھ کر اسے ہاں کر دی تھی، لہٰذا یہ ہمارے گھر کا کھانا نہیں پڑوس کے گھر کا کھانا ہے''۔ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ اس کے خاوند کا مال تو حلال تھا مگر اس نے اپنی رقم کو سود والے اکاؤنٹ میں رکھا تھا، لہٰذا وہ بھی حرام بن گیا۔

چالیس دن میں القائے نسبت:

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نورفراست بہت مشہور تھا۔فرماتے تھے کہ چالیس دن تک میرے پاس رہواور جو چیز کھانے کے لیے میں بتاؤں وہ کھاؤ۔تو میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کرتا ہوں کہ ان چالیس دنوں میں تمہارے سینے کونسبت کے نور سے روشن فرمادیں گے۔سبحان اللہ۔

انگوروں سے مردوں کی بدبو:

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مرتبہ کوئی مرید آیااوراس نے کچھ انگور کھانے کے لیے پیش کیے۔حضرتؒ اس میں سے کچھ انگورتوڑ کر منہ میں ڈالنے لگے تو واپس رکھ دیے،فرمایا: مجھے ان میں سے مردوں کی بو آرہی ہے ۔ اس نے کہا: حضرت بازار سے لایا ہوں ،لیکن حضرتؒ نے واپس کر دیے۔حضرتؒ کے اس عمل کی وجہ سے اس کے اندر تجسس پیدا ہوااوراس کی تحقیق کے لیے کمر بستہ ہوگیا۔چنانچہ وہ دکاندار کے پاس گیااور پوچھا: جی آپ نے یہ انگور کہاں سے لیے؟اس نے کہا: ایک دیہاتی بندے کا انگوروں کا باغ ہے۔وہ لاتا ہےاور میں اس سے خریدتا ہوں۔اس نے کہا۔مجھے اس کا ایڈریس بتاؤ!اس نے اس کا پتہ دے دیا۔جب اس آدمی نے جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ اس شخص نے ایک پرانے قبرستان کی زمین ہموار کر کے وہاں انگوروں کی بیلیں لگائی ہوئی تھی۔

یہ علم غیب نہیں:

عزیز سالکین !یہ کوئی علم غیب نہیں ہوتا،اپنا دماغ بالکل صاف رکھنا۔کوئی یہ نہ کہہ دے کہ یہ تو علم غیب بن گیا،ہرگز نہیں ،بلکہ یہ ایک نورفراست ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پیارے بندوں کوایسی حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچانے کے لیے فہمِ سلیم عطا کر دی جاتی ہے،ان کے دل میں القا کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ان چیزوں کے استعمال کرنے سے محفوظ رہتے ہیں۔اس کونورفراست،فرقان،وجدان،

قوت فارقہ اور فراست مومنانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو بندہ پولیس کے محکمہ میں تیس چالیس سال کوتوال رہے۔ پھر اسکے سامنے سے پانچ بندے گزریں تو ان کو دیکھ کر کہتا ہے کہ ان میں سے یہ نشئی آدمی ہے۔ حالانکہ اس کو تو نہیں پتہ ہوتا لیکن جب تحقیق کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ واقعی وہ نشہ کرنے والا بندہ ہوتا ہے۔ اسے کیسے پتہ چلتا ہے؟ اس لیے کہ اس کا تجربہ ہوتا ہے اور اس تجربہ کی وجہ سے اس کو پہچان حاصل ہو جاتی ہے، ہم نہیں پہچان سکتے مگر کوتوال پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح یہ چیز بھی تجربے سے تعلّق رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو بھی ایسی چیزیں سمجھا دیتے ہیں۔

(۴) اخراج من الضیق:

انسان کو تقویٰ کی وجہ سے اخراج من الضیق کا ثمرہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے تنگی میں سے راستہ نکال دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (الطلاق:2) اور جو بھی تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخرج نکال دیتے ہیں۔

حاسدین کے خلاف خدائی مدد:

کچھ حاسدین نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان لگانے کی کوشش کی۔ حاسد تو دنیا میں ہوتے ہی ہیں۔ یاد رکھیں کہ جہاں فضل و کمال ہوگا وہاں آپ کو بہت زیادہ حاسد ملیں گے۔ چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو فقاہت میں بلند مقام حاصل تھا۔ اس لیے آپ کو باقی ائمہ کے حاسد اتنے نہیں ملیں گے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم کسی کی نہیں مانتے، وہ کسی اور پر الزام تراشی نہیں کریں گے۔ آپ کبھی ان کی زبان سے امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ ،امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ،اورامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں سنیں گے۔ان کے تمام اعتراضات بالآخر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر ہوتے ہیں۔کائنات میں سب سے زیادہ فضل وکمال اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا اس لیے ان کے حاسدین بھی دنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔اسی لیے اللہ نے قرآن میں اتارا۔وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ(الفلق:5)

حاسدین نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان لگانے کی کوشش اس طرح کی کہ ایک عورت جس کے اخلاقی حالات اچھے نہیں تھے،اس کو مال پیسہ دینے کا لالچ دیا اور کہا کہ تم اس نعمان (امام اعظمؒ) کو کسی طرح اپنے گھر میں بلاؤ،ہم تجھے اتنے پیسے دیں گے۔وہ پوری صورت حال کو سمجھ نہ پائی۔اس نے کہا کہ اچھا یہ تو اتنا بڑا کام نہیں ہے میں کوئی بہانہ کرلوں گی۔

جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آنے لگے تو وہ عورت انتظار میں تھی۔وہ یکدم دروازہ کھول کر باہر نکلی اور کہنے لگی کہ میرا خاوند آخری لمحات میں ہے، وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے،آپ مہربانی فرما کر اس کی وصیت سن کر لکھ دیجیے۔اب اگر ایسی صورت حال اچانک پیش آجائے تو آدمی اس کو سچ سمجھ لیتا ہے۔چنانچہ حضرت جیسے ہی اس کے گھر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ حاسدین پہلے سے موجود تھے،انہوں نے ان کو بھی پکڑ لیا اور اس عورت کو بھی پکڑ لیا اور کہا: دیکھو! یہ اتنے بڑے عالم بنے پھرتے ہیں اور رات کے وقت اجنبیہ کے گھر میں آئے ہوئے ہیں۔انہوں نے یہ بات حاکم وقت تک پہنچا دی۔حاکمِ وقت نے کہا کہ ان دونوں کو جیل میں بند کر دو، میں صبح اٹھ کر معاملہ کی تحقیق کروں گا۔ اس طرح ان دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

حضرتؒ باوضو تھے۔چنانچہ آپ نے وہیں اپنا کپڑا بچھایا اور نفل پڑھنا شروع کر دیے۔جب کافی دیر تک

نفل پڑھتے رہے تو عورت کے دل میں خیال آیا کہ میں عورت ہوں، جوانی کی عمر میں ہوں، اندھیرا بھی ہے اور تنہائی بھی ہے، لیکن یہ شخص اتنا نیک ہے کہ میری طرف دھیان ہی نہیں کر رہا۔ چنانچہ اب اس کو احساس ہوا کہ اتنے نیک بندے کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا۔ بالآخر اس نے احساس ندامت کے ساتھ سوچا کہ میں ان کے سامنے حقیقت کھول دوں۔

چنانچہ جب آپ نے سلام پھیرا تو وہ کہنے لگی: جی میں آپ کے سامنے اس سارے ڈرامے کی حقیقت کھولنا چاہتی ہوں۔ فرمایا: بتاؤ! وہ کہنے لگی کہ کچھ لوگوں نے مجھے یوں، اس طرح ورغلایا تھا، میں نے ان کے کہنے پر یہ کوتاہی کر لی، اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یہ تو میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، لہٰذا اب مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔

حضرت نے فرمایا: اچھا اگر یہ معاملہ ہے تو تجھے میں ایک ترکیب بتاتا ہوں اور تم اس پر عمل کرو! اس نے پوچھا: کونسی ترکیب؟ حضرت فرمایا کہ تم جیل کے پہریدار کے پاس چلی جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے یہاں اچانک پکڑ کر پہنچا دیا گیا ہے اور میرے گھر میں کچھ تقاضے تھے، میں چاہتی ہوں کہ میں جا کر وہ تقاضے پورے کرلوں اس لیے تو میرے ساتھ گھر تک چل! میں وہ تقاضے پورا کر کے تیرے ساتھ واپس آجاؤں گی، امید ہے کہ وہ تم پر اعتماد کر لے گا۔ اس کے بعد تم پہریدار کے ساتھ میرے گھر چلی جانا اور وہاں میری بیوی کو پوری بات سنا دینا، تم اپنا برقعہ میری بیوی کے حوالے کر دینا اور اسے کہنا کہ وہ اس سپاہی کے ساتھ میرے پاس آجائے۔ اس نے اس ترکیب پر عمل کیا اور کچھ دیر بعد امام صاحب کی بیوی ان کے کمرے میں پہنچ گئی۔

اگلے دن حاکم وقت نے دربار لگایا۔ وہاں حاسدین کا ایک جم غفیر تھا کہ آج ہم دیکھیں گے کہ یہ اس مصیبت سے کیسے نکلتے ہیں؟ حاکم وقت نے آکر کہا: ''نعمان! تم اتنے بڑے عالم ہو کہ لوگ تمہیں جبال

العلم سمجھتے ہیں، تمہارا یہ عمل ہے کہ تم رات کے وقت تنہائی میں ایک اجنبیہ کے ساتھ ہوتے ہو۔“

آپ نے فرمایا: نہیں میں تو اجنبیہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔اس نے کہا کہ یہ تمہارے ساتھ تو ایک اجنبیہ عورت ہے۔آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ اجنبیہ تو نہیں ہے، آپ میرے سسر کو بلا لیجیے اور ان سے کہیے کہ آ کر اس کو پہچانے کہ یہ کون ہے؟ چنانچہ جب سسر آئے اور اس نے دیکھا تو کہا کہ یہ تو میری بیٹی ہے اور میں نے اتنا عرصہ پہلے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کیا تھا۔اللہ اکبر!!!......اللہ تعالیٰ بندے کو حاسدین اور دشمنوں کی ایسی چالوں سے بھی باہر نکال دیتے ہیں، جہاں سے انسان کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ وہ کیسے نکلے، متقی بندے کو اللہ تعالیٰ نکال دیتے ہیں۔

نامساعد حالات میں خروج کا راستہ:

معاشرتی زندگی گزارتے ہوئے انسان کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔مثلاً: بیٹی کے رشتے کا مسئلہ ایسا الجھ جاتا ہے کہ رشتے آتے ہی نہیں۔اس طرح ماں باپ کی راتیں جس بے قراری میں گزرتی ہیں وہ کسی دوسرے کو بتا ہی نہیں سکتے۔جہاں ماں باپ کا ایک ہی جوان العمر بیٹا پڑھ کر فارغ ہوا ہو اور دھکے کھاتے ہوئے دو سال گزر جائیں اور روزگار کا سبب نہ بن رہا ہو تو جب وہ شام کو خالی واپس آتا ہے تو ماں ہی بتا سکتی ہے کہ اس کے دل پر کیا گزرتی ہے! بعض اوقات آدمی کاروبار شروع کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے پیسے دبا کر بیٹھ جاتے ہیں، وہ دیتے ہی نہیں، اب کرے تو کیا کرے؟ ایسے موقع پر شیطان بندے کو بہکاتا ہے اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ لگتا ہے کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ پھر عملیات والوں کے پیچھے بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ کسی نے ہمارا کاروبار باندھ دیا ہے۔او خدا کے بندو! کوئی کاروبار نہیں باندھتا، رزق کا معاملہ تو اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتے ہیں: يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الزمر: الشوریٰ: 12) ہمارے ان مسائل کا حل کہیں اور ہوتا ہے اور ہم کہیں اور بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ پہلے پریشانی کم ہوتی ہے اور عملیات والے الٹا اور زیادہ پریشان کر دیتے ہیں۔ جب انسان کو دروازہ بند نظر آئے، چاروں طرف دیوار نظر آئے، کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ میں

ان حالات میں کیا کروں، اس کو ضیق اور تنگی کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ رب العزت متقی بندوں کے لیے ایسے بند حالات میں بھی دروازہ نکال دیتے ہیں۔ فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّـهٗ مَخْرَجًا (الطلاق: 2) اور جو انسان تقویٰ اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس کے لیے مخرج بنا دیں گے۔

مخرج کو انگریزی میں Exit (ایگزٹ) کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ متقی بندے کو مشکل حالات میں ایگزٹ کا سائن دکھا دیتے ہیں۔ آج کل بڑی بڑی بلڈنگز بنی ہوتی ہیں۔ اگر وہاں کسی وجہ سے روشنی بند ہو جائے تو کچھ روشنیاں جل جاتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ باہر جانے کا راستہ ادھر ہے۔ اس راستے کو ایگزٹ ڈور کہتے ہیں۔ بس یونہی سمجھ لیں کہ جو انسان متقی ہوتا ہے، اگر وہ کبھی حالات کی پریشانی اور مصیبت میں کسی وجہ سے گھر بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایگزٹ کی بتیاں جلا کر نکلنے کا راستہ دکھا دیتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (الطلاق: 4) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام کو آسان کر دیتا ہے۔

چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ متقی لوگوں کے کام خود بخود سنور جاتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے کوئی بڑی

طاقت اس بندے کے کاموں کو خود بخود سنوارتی جاتی ہے۔ ان کے کاموں میں مدد الٰہی شامل ہوتی ہے۔

(۵) رزق بے حساب:

اللہ تعالیٰ متقی آدمی کو بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں۔ اسے ایسی طرف سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ متقی آدمی کے لیے ارشاد فرماتے ہیں:

وَ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ (الطلاق:3) اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طرف سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان ہی نہیں ہوتا۔

نوٹوں سے بھرا سوٹ کیس:

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے خانیوال میں مسجد بنوائی۔ یہ وہ مسجد پورے شہر کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ لوگوں نے اس مسجد کا نام ''بے چندہ مسجد'' رکھا۔ کیونکہ حضرتؒ نے کبھی اس مسجد کے لیے چندہ بھی نہیں کیا تھا۔ یہ مسجد بہت ہی عالیشان ہے۔

والدہ صاحبہ نے یہ بات سنائی (کتابوں میں بھی مرقوم ہے) کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کام کرنے والے لوگوں کی تنخواہیں نہ دے پائے...... پھر اللہ تعالیٰ بھی کام کرنے والے، صابر، شاکر، محبّت کرنے والے اور مجاہدے کرنے والے دے دیتے ہیں۔ حضرتؒ نے مزدوروں اور مستریوں سے یہ طے کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا تو ہم آپ کو دے دیں گے اور اگر پاس نہیں ہوگا تو آپ بھی مانگنا اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے۔ چنانچہ اس بات کی بنا پر لوگ کام کرتے تھے۔ عیدالفطر کی آمد آمد تھی۔ اب حضرتؒ متفکّر ہوئے کہ ان حضرات کی چند ماہ سے پیمنٹ رکی ہوئی ہے، آخر عید کے موقع پر بیوی بچوں کے

اخراجات ہوتے ہیں، اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم ان کی پیمنٹ کر دیتے۔ چنانچہ آپ دو رکعت پڑھتے اور پھر دعا مانگتے، پھر دو رکعت پڑھتے پھر دعا مانگتے۔

ایک دفعہ ایک آدمی حضرتؒ سے ملنے آیا، وہ جاتے ہوئے کہنے لگا، حضرت! میں یہ سوٹ کیس آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا: بہت اچھا! آپ یہ سوٹ کیس اس بچے کو دے دیں تا کہ یہ گھر پہنچا دے۔ اس نے وہ سوٹ کیس بچے کو دے دیا اور اس نے اسے گھر پہنچا دیا۔ جب وہ گھر لے کر پہنچا تو اس وقت والدہ صاحبہ عورتوں میں بات چیت کرنے میں مصروف تھیں۔ لڑکے نے کہا: حضرت جی نے یہ سوٹ کیس بھیجا ہے، اماں جی نے کہا: اچھا اس کو یہاں اوپر کر کے رکھ دو! چنانچہ اس نے اوپر کر کے رکھ دیا۔ تین دنوں کے بعد حضرتؒ ایک مرتبہ گھر تشریف لائے اور والدہ صاحبہ نے کہا کہ آپ نے ایک سوٹ کیس بھجوایا تھا، وہ کسی کی امانت ہے یا اپنا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: وہ سوٹ کیس کسی نے ہدیہ کے طور پر دیا تھا اور میں نے وہ آپ کی طرف بھجوا دیا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا: ذرا اسے اندر سے تو دیکھوں کہ کیسا بنا ہوا ہے؟ چنانچہ انہوں نے اٹھایا تو وہ وزنی تھا۔ وہ کہنے لگیں: کیا یہ لوہے کا بنا ہوا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ سوٹ کیس لوہے کا تو بنا ہوا نہیں ہوتا۔ پوچھا: پھر اس میں کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: اسے کھول کر دیکھ لو۔ اماں جی فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اسے کھولا تو ہم حیران ہوئے کہ پورے کا پورا سوٹ کیس ہزار ہزار روپے کے نوٹوں کے ساتھ بھرا ہوا تھا۔ سبحان اللہ! دینے والا بھی اتنا مخلص تھا کہ اس نے احسان بھی نہیں جتلایا اور لینے والے بھی ایسے مستغنی......!!!

بلوں سے رزق کا انتظام:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ تقاضے کے لیے ویرانے میں گئے۔ ابھی وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ زمین میں چوہے کا سوراخ تھا، اس سوراخ کو بل کہتے ہیں۔ اس بل میں سے ایک

چوہا نکلا، اس کے منہ میں ایک دینار تھا۔ اس نے وہ دینار باہر ہی چھوڑ دیا، پھر وہ اندر گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا، پھر تیسرا دینار، جب وہ فارغ ہو کر اٹھے تو وہ سولہ دینار باہر لا چکا تھا۔ اس صحابی نے وہ دینار اٹھا لیے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک قابل تحسین عادت یہ ہوتی تھی کہ جب بھی ان کو کوئی نئی بات پیش آتی تو وہ اس کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا کرتے تھے۔ انہوں نے وہ دینار لا کر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور پوچھا۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے یہ واقعہ پیش آیا ہے، اب بتائیے کہ میں ان دیناروں کا کیا کروں؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اصل میں تمہارا رزق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ پہنچانے کا بندوست کر دیا، اب تم اسے استعمال میں لے آؤ۔

جب کبھی میں یہ واقعہ پڑھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی ایمانی کیفیت کیا تھی! ان لوگوں کو بِلوں سے رزق ملتا تھا۔ اور آج کل ہماری کیفیت یہ ہے کہ سارے مہینے میں جو کماتے ہیں وہ بِلوں میں صرف ہو جاتا ہے۔ یہ بجلی کا بل، یہ ٹیلیفون کا بل، یہ انشورنس کا بل، یہ گیس کا بل، یوں ساری تنخواہ ہی بِلوں میں چلی جاتی ہے۔

والدین کی خدمت کا انعام:

ایک نوجوان نے اپنے ماں باپ کی بہت خدمت کی۔ جب والدین فوت ہو گئے تو کچھ دنوں کے بعد خواب میں ایک آدمی کو دیکھا۔ اس نے کہا تم نے والدین کی بڑی خدمت کی ہے، اب تجھے انعام ملے گا۔ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار پڑے ہیں جا کر اٹھا لو۔ وہ نوجوان سمجھدار تھا، اس نے پوچھا: کیا ان میں برکت بھی ہو گئی؟ اس نے جواب دیا، ان میں برکت نہیں ہو گی، اس نے کہا: پھر میں نہیں اٹھاتا۔ جب صبح کو اٹھ کر بیوی کو بتایا تو وہ کہنے لگی: ٹھیک ہے تم نہ لینا لیکن جا کر دیکھو تو سہی کہ دینار پڑے بھی ہیں یا

نہیں۔اس نے کہا: جب لینے نہیں تو پھر میں جا کر دیکھتا بھی نہیں۔دوسری رات اسے پھر خواب میں کہا گیا کہ فلاں جگہ پر دس دینار پڑے ہیں،اٹھالو!اس نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا ان میں برکت ہوگی، جواب ملا کہ برکت نہیں ہوگی۔اس نے کہا: میں یہ دس دینار بھی نہیں لیتا۔جب بیوی کو بتایا تو وہ کہنے لگی کہ پہلے سو دینار تو چھوڑ دیے تھے،اب دس رہ گئے ہیں،وہ تو اٹھالو۔اس نے جواب دیا کہ جب ان میں برکت نہیں ہے تو پھر میں بھی نہیں لیتا۔تیسری رات پھر اسی طرح خواب آیا،اسے کہا گیا کہ تو نے اپنے والدین کو خدمت کر کے خوش کر دیا تھا،اس کے صلہ میں ہم آپ کو ایک دینار دیتے ہیں۔اس نے پوچھا ،اس میں برکت ہوگی: جواب ملا،ہاں ہوگی۔جب وہ نوجوان صبح کو بیدار ہوا تو اس نے اس پتھر کے نیچے سے ایک دینار اٹھا لیا۔واپسی پر اس کے دل میں خوشی کے جذبات تھے،اس نے سوچا کہ آج میں مچھلی لے جاتا ہوں،اس کے کباب بنا کر کھائیں گے۔چنانچہ جب وہ مچھلی لے کر گھر آیا اور بیوی نے اسے کاٹا،تو اس کے اندر سے ایک ایسا قیمتی ہیرا نکلا کہ جب اسے بازار میں جا کر بیچا تو اس بندے کی پوری زندگی کا خرچہ نکل آیا۔

وَ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (الطلاق:3)

(۶) معیت الٰہی:

تقویٰ کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے،ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ:194) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی بندوں کے ساتھ ہے۔

آج لوگ کہتے ہیں: جی وہ وزیر ہمارے ساتھ ہے،وہ امیر ہمارے ساتھ ہے،ان کو وزیر اور امیر کے ساتھ ہونے کا بڑا مان ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے مضبوط ہیں۔متقی بندہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہوتا ہے

کہ اس کو اللہ رب العزت کا ساتھ نصیب ہو جاتا ہے۔

(۷) محبّت الٰہی:

متقی بندے سے اللہ تعالیٰ محبّت کرتے ہیں۔ جیسے کچھ لوگ حسن کی بنا پر اچھے لگتے ہیں، کچھ ذہانت کی وجہ سے اچھے لگتے ہیں، کچھ دینداری کی بنیاد پر اچھے لگتے ہیں، اسی طرح تقویٰ وہ صفت ہے کہ جس صفت کی وجہ سے مومن اپنے پروردگار کو اچھا لگتا ہے۔ ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (التوبہ: 4) اور بے شک اللہ تعالیٰ متّقیوں سے محبّت فرماتے ہیں۔

(۸) اصلاحِ احوال:

اللہ تعالیٰ متقی بندے کے احوال خود بخود سنوار دیتے ہیں۔ لوگ آ کر کہتے ہیں: حضرت صاحب! حالات کی بہتری کے لیے کوئی وظیفہ بتائیں ...... لوگ دل کی باتیں پیر سے کرتے ہیں یا حکیم سے۔ پیر سے روحانی بیماریوں کا علاج کرواتے ہیں اور حکیم سے جسمانی بیماریوں کا علاج کرواتے ہیں۔ ان کے پاس وہ آ کر دل کھول دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں کہ گھر میں سکون ہو جائے۔ ایک نسخہ آپ کو بھی بتا دیتے ہیں، یہ حالات کو سنوارنے کا قرآنی نسخہ ہے۔ وہ کونسا؟ تقویٰ اختیار کر لیجیے! اللہ تعالیٰ آپ کے حالات کو خود بخود سنوار دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ (الاحزاب: 71-70) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اچھی بات کہو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنوار دیں گے۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ یہاں اعمال سے مراد انسان کے حالات ہیں۔

(۹) اعداء سے حفاظت:

اللہ رب العزت متقی بندوں کی دشمنوں سے بھی حفاظت فرما دیتے ہیں۔ دیکھیں! بندوں کے کئی دشمن ہوتے ہیں۔ کچھ کھلے دشمن ہوتے ہیں اور کچھ چھپے ہوئے......کون دشمن ہے؟......ہم نہیں جانتے۔ کچھ بندوں کے دلوں میں حسد اور کینہ ہوتا ہے۔اس حسد اور کینے کی وجہ سے وہ دوستی کے رنگ میں دشمنی کر رہے ہوتے ہیں، وہ اپنے بن کر غیروں سے بڑھ کر بندے کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں، وہ انسانوں کی شکل میں بندے کے لیے شیطان ہوتے ہیں۔ہم اس کو سجن سمجھ رہے ہوتے ہیں مگر کیا پتہ کہ اس کے اندر کیا کھوٹ ہے؟ ہم یقیناً نہیں جانتے، مگر اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں سے بخوبی واقف ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآءِ كُمْ (النسآء:45) اور اللہ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو۔

جو لوگ یہ سوچتے ہیں، جی خالہ نے کوئی عمل کروا دیا، او جی! پھوپھی کی بیٹی کا ہم نے رشتہ نہیں لیا تھا، اس پھوپھی نے کاروبار بندھوا دیا ہے کیونکہ اس کا عملیات والوں کے پاس آنا جانا ہے۔ یہ سب ایسے ہی غلط ڈھکوسلے اور باتیں ہیں، یہ باتیں شیطان ذہن میں ڈالتا ہے......کوئی کہتا ہے: مجھے بیوی نے پریشان کر رکھا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ مجھے اولاد نے پریشان کر رکھا ہے،کوئی کہتا ہے کہ مجھے پڑوسیوں نے پریشان کر رکھا ہے او خدا کے بندو! کسی نے کسی کو پریشان نہیں کر رکھا، ہمیں ہمارے نفس نے پریشان کر رکھا ہے۔اگر یہ صحیح معنوں میں ٹھیک ہو جائے تو اللہ رب العزت کی طرف سے فتوحات کے دروازے کھل جائیں۔اپنے اصل دشمن کو پہچانئے کہ دشمن وہ ہے جو ہمارے اندر ہے۔

پرانے وقتوں میں کسان بیلوں سے ہل چلاتے تھے۔ایک کسان ہل چلا رہا تھا۔اس نے اچانک اندر والے بیل کو مارنا شروع کر دیا۔قریب ہی ایک اللہ والے کھڑے تھے۔انہوں نے پوچھا: جی اس بے زبان جانور کو اتنا کیوں مار رہے ہو؟اس نے جواب دیا کہ یہ پاڑا مار گیا ہے...... پاڑا مارنا کسے کہتے ہیں ؟...... جب وہ ہل چلاتے تھے تو اندر والا بیل سستی کرتا تھا،اسی سستی کی وجہ سے بیل زمین کا ایک ٹکڑا چھوڑ کر آگے چلے جاتے ہیں،اس ٹکڑے پر ہل نہیں چلتا،اس کو پاڑا مارنا کہتے ہیں۔جب ایسی صورت پیش آجائے تو کسان باہر والے بیل کو کچھ نہیں کہتا،البتہ اندر والے کی پٹائی کر دیتا ہے...... جب اللہ والے نے پوچھا کہ اندر والے بیل کو کیوں مار رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ اسی آندری (اندر والے) کی وجہ سے تو یہ پاڑا ہوتا ہے،اس لیے میں مار رہا ہوں۔

بالکل صحیح بات ہے کہ گناہوں کا پاڑا ہمیشہ آندری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ہمارے اندر کا نفس جب گناہ کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو پھر یہ بندے کو تباہ کر دیتا ہے۔اس لیے جب شیطان کے مکر کا تذکرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (النسآء:76) بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔

اور جہاں انسان کے نفس کا تذکرہ آیا،وہاں فرمایا:

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (یوسف:28)

شیطان کے مکر پر اللہ تعالیٰ نے ضعیف کا لفظ ارشاد فرمایا اور نفس کے مکر کے لیے عظیم کا لفظ ارشاد فرمایا۔معلوم ہوا کہ دراصل ساری مصیبت نفس کی طرف سے ہوتی ہے۔اسی کو کہتے ہیں: ’’گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے‘‘ ہمارا نفس گھر کا بھیدی ہے، یہ لنکا ڈھا دیتا ہے اور بندے کو گناہوں میں الجھا دیتا

ہے۔تو ہماری پریشانیوں کی بنیاد دوسرے لوگ نہیں ہیں بلکہ ہمارا اپنا نفس ہے۔اگر ہم اپنے اعمال کو ٹھیک کرلیں گے تو اللہ رب العزت ہماری پریشانیوں کو خوشیوں میں تبدیل فرمادیں گے۔پھر دشمنوں سے حفاظت ہوگی، چاہے وہ دشمن گھر کے ہوں یا دفتر کے۔جی ہاں! دفتر میں بھی دشمن ہوتے ہیں، کالج میں بھی ہوتے ہیں۔وہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ سازشیں کرتے رہتے ہیں۔

ایک جگہ ہم نے دیکھا کہ پیالے کے اندر بہت سارے جھینگے زندہ پڑے ہوئے تھے، ان کی عجیب وغریب شکل ہوتی ہے۔میں نے وہاں کے ایک بندے سے کہا کہ یہ جھینگے پیالے سے نکل جائیں گے اورلوگوں کو پریشان کریں گے۔اس نے کہا: جی فکر نہ کریں، میں نے کہا: کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ ان کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ان کو کھلے برتن میں ڈال دیا جائے تو جو اوپر چڑھ کر نکلنا چاہےتو باقی سارے مل کر اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں۔اب یہ اوپر تو چڑھ رہے ہیں لیکن کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔کئی مرتبہ ایسا ہی معاملہ بن جاتا ہے کہ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ بخت لگا دیتے ہیں، وہ خاندان میں اوپر اٹھنے لگتا ہےاور باقی سارے مل کر اس کی بدتعریفی کرنا شروع کردیتے ہیں۔یہ وہی جھینگے والا کام کررہے ہوتے ہیں تو ہمیں کیا پتہ کہ کون ہمارے بارے میں کیا تاثرات رکھتا ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔سنیے! قرآن عظیم الشان...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَايَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (ال عمرن: 120) اگر تم اپنے اندر صبر وضبط پیدا کرو اور تقویٰ اختیار کرلو تو ان کے مکر تمہارا بال بھی بیکا نہیں کرسکتے۔

یعنی تمہارے دشمنوں کی تدبیریں، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔اب اس سے بڑا وظیفہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کیا ضرورت ہے عملیات والوں کے پیچھے بھاگنے کی؟...... آیئے! قرآن مجید کو تھام لیجیے اور

اپنے حالات کو سنوار لیجیے۔ ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے:

تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو زندگی میں رہے پریشان!

تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو دنیا میں رہے ناکام!

تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو دنیا میں رہے غلام!

غلامی نفس کی ہو، شیطان کی ہو یا کسی انسان کی ہو

فرمایا: نہ نہ نہ،

او میرے ماننے والے انسان!

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (العلق:3)

تو پڑھ قرآن!

تیرا رب کرے گا تیرا اکرام

تیرا رب تجھے عزت و وقار دے گا، تیرے ظاہر و باطن کو نکھار دے گا۔

خدائی فوج کا پہرہ:

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مدرسہ تھا۔ وہ دہلی سے اٹھارہ میل دور غازی آباد میں واقع تھا۔ وہ کئی ایکڑ اراضی پر پھیلا ہوا مدرسہ، آج بھی چل رہا ہے۔ اس مدرسے کے ناظم سے اس عاجز کی کسی نہ کسی ملک میں ملاقات بھی ہو جاتی ہے، وہ حالات سناتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ! وہ بھی حضرت کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ اس مدرسے کا واقعہ ''تجلّیات'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ جب تقسیم ہند کا وقت آیا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

اس مدرسے کے ایک استاذ سکھوں کی ایک بستی کے قریب سے گزر رہے تھے۔ ایک سکھ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: میاں جی! یہ سکھ کسی مسلمان کو دیکھتے ہیں تو اسے میاں جی کہتے ہیں اور ہم انہیں دیکھ کر سردار جی کہتے ہیں اس نے کہا: میاں جی! کیا آپ نے اپنی حفاظت کے لیے کوئی فوج بلوائی ہوئی ہے؟ انہوں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا، ''ہماری بستی کے سکھ تین مرتبہ تلواریں اور دوسرا اسلحہ لے کر اس مدرسے کے مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کے لیے نکلے ہیں، لیکن جب بھی ہم اس کے قریب پہنچتے تھے تو ہمیں فوجی چاروں طرف پہرہ دیتے نظر آتے تھے۔'' یہ خدائی فوج ہوتی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی دشمنوں سے حفاظت فرما دیتے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ کے دشمنوں کا مکر:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کے خلاف بھی تو دشمنوں نے مکر کیا تھا...... کیسا مکر؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (ابرٰھیم: 46) ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ پہاڑ بھی ٹل جاتے۔

مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو تسلّی دیتے کہ

مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النحل: 26) ان سے پہلے والوں نے بھی بڑی تدبیریں کی۔

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (النحل: 26) پس اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کی بنیادیں اکھیڑ دیں

فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ (النحل: 26) چھت ان کے اوپر آ گری۔

وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَايَشْعُرُوْنَ (النحل: 26) اور ان پر ایسی طرف سے عذاب آیا جہاں سے ان کو خیال بھی نہیں تھا۔

انہوں نے نبی ﷺ کے خلاف مکر کیا؟...... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اے میرے پیارے!

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (الانفال:30) جب ان کافروں نے آپ کے خلاف تدبیریں کیں۔

لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ (الانفال:30) کہ آپ کو جس بے جا میں رکھیں یا آپ کو شہید کر دیں۔ یا آپ کو دیس نکالا دے دیں۔

انہوں نے یہ تین باتیں سوچی تھیں کہ یا تو آپ کو پکڑ کر اپنا قیدی بنالیں گے، یا شہید کر دیں گے یا وطن سے نکال دیں گے،

وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ (الانفال:30) اور انہوں نے بھی تدبیریں کیں۔ اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

دشمن تدبیریں کرتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی تدبیریں چلنے نہیں دیتے۔ یہی بات تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَ لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا (النسآء:141) اور اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز کافروں کو ایمان تک پہنچے کا راستہ نہیں دے گا۔

دیکھیں کہ یہاں تاکید کا صیغہ استعمال ہو رہا ہے، یہ تو اس آیت کا ترجمہ ہوا۔ اب اس آیت کو سمجھنے کے لیے اس کا مفہوم سمجھئے: جیسے کوئی کہتا ہے کہ میاں! تم اسے ہاتھ لگا کے دیکھو، تم میری لاش سے گزر کے جاؤ گے ان الفاظ میں بالکل یہی مفہوم پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! یہ کافر پہلے میرے ساتھ نمٹیں گے، پھر یہ تمہارے تک راستہ پائیں گے۔ یعنی میں خود ان کے ساتھ نمٹ لوں گا۔

ایک دفعہ تو کفار نے مکر کرنے کی حد کر دی، مکہ کے بھی سب لوگوں کو نکالا، ارد گرد کے لوگوں کو بھی نکالا، راستے کے لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا، گویا انسانوں کا ایک دریا تھا جس کو لے کر کافروں نے مسلمانوں پر چڑھائی شروع کر دی۔ جب یہودیوں کو خبر پہنچی کہ مکہ والے تو سیلاب کی طرح آرہے ہیں تو وہ آ کر مسلمانوں کو مشورے دینے لگے:

اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (ال عمرن:173) لوگ تمہارے لیے جمع ہو کر آرہے ہیں، (میاں) کچھ فکر کرو!

مگر وہ ایمان والے تھے:

وَ مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (الاحزاب:22) اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔

ان کفار نے آ کر مدنیہ منورہ کا محاصر کر لیا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خندق کھود لی۔ اتنے لوگ مقابلے کے لیے آگئے کہ اس غزوہ کا نام ہی غزوہ احزاب پڑ گیا۔ ان کو اپنی کثرت پہ ناز تھا۔ انہوں نے ایک مہینہ تک محاصرہ کیے رکھا لیکن ان کا کچھ نہ بنا۔ بالآخر ان کے اندر آپس میں نا اتفاقی پیدا ہوگئی۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے واپسی کی راہ لی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہوا بھیج دی اور ان کی دیگوں کو الٹ کر رکھ دیا اور ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ اب واپس چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: سبحان اللہ! کیا ہی عجیب الفاظ ہیں! فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (الاحزاب:25) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غیض وغضب کے ساتھ واپس لوٹا دیا، ان کے پلے کچھ بھی نہ پڑا۔

جیسے چھوٹے بچے ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تجھے تو ٹھینگا بھی نہیں ملا، یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کی ایسے مدد فرماتے ہیں۔ اس لیے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو ارشاد فرمایا:

اَنَا اَتْقٰكُمْ بِاللّٰهِ میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد کی؟ نبی علیہ السّلام فتح مکہ کے وقت جارہے ہیں اور فرمارہے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَہٗ نصر عبدہ

یوں اللہ رب العزت اپنے بندے کی مدد فرماتے ہیں اور اس کو عزتوں کے ساتھ زندگی کا آخری حصہ عطا فرمادیتے ہیں۔

گناہ......کمزوری کا پیش خیمہ:

آج ہم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہیں، جبکہ ہمیں اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہیے۔ ہمیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ اگر ہم گناہ کر بیٹھے تو ہم کمزور ہوجائیں گے۔ یوں سمجھیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چادر آپ کے اوپر تنی ہوئی ہے اور ہر کبیرہ گناہ اس چادر میں سوراخ کر رہا ہے اور اس سوراخ سے پریشانیاں اور مصیبتیں اتر کر ہمارے ساتھ لپٹ رہی ہیں۔ ہم نے تو اپنی چھتری میں اپنے کرتوتوں کی وجہ سے خود سوراخ کیے ہوئے ہیں۔ تو جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں ان کے اوپر اللہ رب العزت کی رحمت کی چادر ہوتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ ان کے محافظ بن جاتے ہیں۔ اسی لیے تو ارشاد فرمایا:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا (ال عمرن:120)

چڑیوں سے باز مروادیے:

قلت اور کثرت کی بات نہیں ہوتی، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مدد کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرہ:) کتنی بار ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے لوگوں سے زیادہ لوگوں کو شکست دلوادی اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر اپنی زبان میں اس کا مفہوم بیان کیا جائے تو یوں بنے گا کہ کتنی بار ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چڑیوں سے باز مروادیے۔ جب اللہ تعالیٰ ساتھ ہوتے ہیں تو چڑیوں سے باز مروادیتے ہیں۔

اسباب کے بغیر فتح وکامرانی:

لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اسباب نہیں ہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر اسباب کے فتح دے دی...... کچھ یہودی تھے، انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے قلعے بنائے ہوئے تھے۔ مجھے ایک صاحب کعب بن اشرف کا گھر دکھانے کے لیے لے گئے۔ اس زمانے میں انہوں نے اتنا مضبوط گھر بنوایا کہ اس کی ایک میٹر چوڑی مضبوط پتھر کی دیواریں تھیں۔ انہیں دیکھ کر بندہ حیران ہوجاتا ہے۔ انہوں نے اتنے مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان قلعوں کو کوئی بھی فتح نہیں کرسکتا۔ مسلمانوں کا بھی کچھ ایسا ہی خیال تھا کہ یہ ناقابل تسخیر قلعے ہیں اور ان کو فتح کرنا آسان کام نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو مسلمانوں کے زیر قدم لانے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ سنیے قرآن عظیم الشان، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ

لَمْ يَحْتَسِبُوْا ق وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (الحشر:2)

وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا، تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انکو خدا کے عذاب سے بچا لیں گے، مگر اللہ نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔

جب ان کے دلوں میں ایمان والوں کا رعب پیدا ہو گیا تو مل بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے، یہ مسلمان جدھر بھی جاتے ہیں یہ ادھر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی ہمارے اوپر ہی چڑھ دوڑیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم خود ہی یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ اسی مشورے کے تحت وہ اپنی چیزوں کو سمیٹنے لگے۔ ان کی اس حالت زار کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يُخْرِجُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِى الْمُؤْمِنِيْنَ ق فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ (الحشر:2) گویا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب بندوں کی مدد کرتا ہوں تو نہتے لوگوں کو بھی نا قابل تسخیر قلعوں کا فاتح بنا دیتا ہوں۔ اگر آج بھی ہم من حیث الامہ تقویٰ اختیار کریں تو دنیا کے یہ سب نا قابل تسخیر قلعے فتح ہو جائیں گے۔

ایک سانپ......تریاق کی شکل میں:

ایک اللہ والے تھے، ایک آدمی ان کا حاسد تھا۔ اس نے سوچا کہ میں ان اللہ والوں سے بدلہ لوں۔ چنانچہ اس نے دوائی کی شکل میں افیون ان کو دے دی۔ جب انہوں نے وہ دوائی کھائی تو ان پر افیون کا نشہ چڑھ گیا۔ چنانچہ وہ بے سدھ ہو گئے۔ اب اس نے ان کو اٹھا کر کسی ویرانے میں پھینک دیا۔ اللہ کی شان کہ وہاں ایک سانپ تھا، اس سانپ نے ان کو کاٹ لیا۔ اب افیون کی برودت (ٹھنڈک) اور سانپ

کے کاٹنے کی حرارت مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آ گئے اور اپنے گھر چلے گئے...... اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دشمنوں سے ایسے حفاظت فرما دیتے ہیں۔

(۱۰) اخروی نجات:

تقویٰ کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اخروی نجات عطا فرما دیتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (القصص:83) وہ جو آخرت کا گھر ہے اسے ہم نے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو متقی لوگوں کے واسطے ہی ہے۔

سنیے! متقی آخرت میں کیسے کامیاب ہوں گے؟ ...... دوزخ کے اوپر ایک پل ہے جسے صراط کہتے ہیں، اس کے اوپر سے سب کو گزرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:71) جو بھی تم میں سے ہے اس کو اس کے اوپر سے گزرنا ہے۔

كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (مریم:71) یہ تیرے رب کے نزدیک حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے۔

ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم:72) پھر ہم نجات دیں گے ان کو جو متقی ہوں گے اور جو ظالم گنہگار ہوں گے ان کو اوندھے منہ جہنّم میں ڈال دیں گے۔

تو پل صراط سے کون کامیاب ہو کر گزرے گا؟ متقی بندہ کامیاب ہو کر گزرے گا۔

(۱۱) فتح برکات:

متقی بندے کے لیے اللہ تعالیٰ فتح برکات عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ سنیے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

(الاعراف:96) اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے۔تو ہم یقیناً آسمان اورزمین سے ان کے لیے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

انسان دو چیزوں کا نام ہے: ایک جسم اور دوسرا روح،جسم مٹی سے بنا اور اس کی اکثر ضروریات اللہ تعالیٰ نے مٹی میں رکھی ہیں۔مثال کے طور پر:

پانی مٹی سے نکلتا ہے۔

ہمارے لباس کی فصل مٹی سے نکلتی ہے۔

ہماری غذاؤں کی فصلیں مٹی سے نکلتی ہیں۔

ہمارے پھل اور میوے مٹی سے اگتے ہیں۔

ہمارے مکان جن چیزوں سے بنتے ہیں ان سب چیزوں کی کانیں مٹی میں ہیں

تو انسان کی جسمانی ضروریات مٹی میں رکھ دی گئی ہیں۔

دوسری چیز روح ہے۔روح عالم امر سے آئی ہوئی ایک چیز ہے،اس عالمِ امر کی چیز کی غذا اوپر سے آنے والے انوار وتجلّیات ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ ’’ہم ان کے لیے آسمان اورزمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں‘‘۔گویا زمین سے وہ برکتیں دیتے جو تمہاری جسمانی غذا بنتیں اور آسمان سے وہ نور برساتے جو تمہاری روحانی غذا بنتی۔

برکت کا فقدان:

اگر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ

☆ آج رزق کی کمی نہیں ہے، برکت کی کمی ہے گھر کے جتنے بندے ہیں وہ سب کمارہے ہیں لیکن خرچے پھر بھی پورے نہیں ہوتے۔

☆ دوائی کیلیے روز ڈاکٹر کے پاس بوتل جاتی ہے اور صحت پھر بھی نہیں ملتی۔کئی لوگ تو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں، صحت پھر بھی نہیں ملتی، برکت نکل گئی ہے۔آج اٹھارہ سال کا نوجوان کہتا ہے: حضرت! پتہ نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے، بیٹھا ہوا، اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے۔بائیس سال کا نوجوان کہتا ہے: حضرت! مجھے لو بیک پین (کمر کے نچلے حصے میں درد) ہونا شروع ہوگئی ہے۔یہ کیسی جوانی ہے؟ اگر بائیس سال کی عمر میں اس کو ریڑھ کی ہڈی میں دردیں ہیں تو پھر بڑھاپے میں کیا ہوگا۔

☆ وقت ہے برکت نہیں، چنانچہ سارا دن یہ کہتے ہیں کہ یہ کام بھی کرلوں، یہ کام بھی کرلوں، لیکن شام کو دیکھتے ہیں تو کوئی کام بھی سمٹا ہوا نہیں ہوتا۔

☆ حافظہ تیز ہے برکت نہیں، جو یاد کرتے ہیں، وہ تھوڑی دیر کے لیے یاد رہتا ہے پھر بھول جاتا ہے۔طلبا آکر کہتے ہیں، حضرت! سبق یاد نہیں رہتا۔بھئی یہ یاد نہ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ برکت نہیں، جب ہر چیز سے برکت اٹھ گئی ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ برکت نہیں رہی، یہ برکت نہ ہونے کی وجہ انسان کی کوتاہیاں ہیں۔

ایک بزرگ سے ان کے بیٹے نے پوچھا، ابا جان! آپ اکثر سناتے رہتے ہیں کہ برکت ہوتی ہے، برکت ہوتی ہے، تو کبھی کوئی چیز عملی طور پر بھی دکھائیں تاکہ مجھے سمجھ میں آسکے کہ یہ برکت ہوتی ہے۔وہ اپنے بیٹے کو لے کر بجلی کے گیزر کے پاس گئے اور اس سے کہا: بیٹا! یہ دیکھو! تمہاری عمر اب تیس سال ہو چکی ہے اور میں نے اس گیزر کو تمہاری پیدائش سے پہلے لگوایا تھا، اتنے عرصے میں مجھے اس کی

Maintaimance (مرمت وغیرہ) کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی......اس سے معلوم ہوا کہ نقصان نہ ہونا بھی رزق کی برکت میں شامل ہے۔

زندگی میں برکت کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں......ایک تو یہ کہ بندے کی عمر لمبی ہو جائے......ایک یہ ہوتا ہے کہ جتنی زندگی ہے، اللہ تعالیٰ اس میں ایسی صحت دے کہ وہ کسی کا محتاج نہ ہونے پائے......چنانچہ آپ نے کتنے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اچھی صحت کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اللہ کے حضور پیش ہو جاتے ہیں۔اور کئی لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کا بڑھاپا کتنا خراب ہوتا ہے۔

(۱۲) اعطائے قبولیت:

اللہ تعالیٰ متقی بندے کے اعمال قبول کرتے ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المآئدہ:27) بے شک اللہ تعالیٰ متقی بندوں کے عملوں کو قبول فرماتے ہیں۔

اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ متقی بندوں کو ہی قبولیت ملتی ہے۔

فقہ حنفی کی قبولیت اور اس کا راز:

امت میں اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو قبولیت عامہ عطا فرما دی تھی۔دنیا کے اکثر علاقوں کے لوگ آج ان کی فقہ پر عمل کر رہے ہیں۔

پاکستان میں فقہ حنفی،

افغانستان میں فقہ حنفی،

ہندوستان میں فقہ حنفی،

ازبکستان میں فقہ حنفی،

تاجکستان میں فقہ حنفی،

قزاقستان میں فقہ حنفی،

تاتارستان میں فقہ حنفی،

بشکیرستان میں فقہ حنفی،

ماسکواور لینن گراڈ تک مسلمانوں کے سب علاقوں میں فقہ حنفی،

اس سے ذرا آگے چلے جائیے،

بوسنیا کے اندر فقہ حنفی،

پھراور آگے چلے جائیے۔

ترکی کے اندر فقہ حنفی،

شام کے اندر فقہ حنفی،

عراق کے سنی مسلمانوں کے اندر فقہ حنفی،اس کے علاوہ،

بنگلہ دیش کے اندر فقہ حنفی،

چائنہ میں مسلمانوں کے سارے علاقے میں فقہ حنفی،

اللہ اکبر!!! دنیا کا کتنا بڑا علاقہ ہے جس پر فقہ حنفی پر عمل کرنے والے لوگ ہیں۔ بلکہ ایک مزے کی بات بتاؤں ۔ مجھے کسی ایئر پورٹ پر سوڈان کے ایک جج ملے۔ کہنے لگے کہ میں وہاں پر چیف جسٹس ہوں۔ان کے ساتھ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے ملک میں کس فقہ پر عمل ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ''ہم اعمال میں تو مالکی ہیں لیکن ہماری عدالتوں میں فقہ حنفی رائج ہے'' میں نے پوچھا، یہ

فرق کیوں ہے؟ وہ کہنے لگے:

’’عدالت کے معاملے میں فقہ حنفی جتنی کامل ہے اتنا کمال کسی اور فقہ میں نہیں ہے‘‘ ماشاءاللہ فقہ مالکی پر عمل کرنے والے بھی اپنی عدالتوں میں فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔ یہ قبولیت عامہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمادی ہے۔ لوگ سمجھتے تھے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد بن گئے تھے، جس کی وجہ سے فقہ حنفی کی ترویج ہوئی۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہارون الرشید کے زمانے میں دیوارِ چین ڈھونڈنے کی مہم شروع ہوئی تو اس نے علماء کی جماعت بھیجی کہ دیوارِ چین کا پتہ کرو! انہوں نے چین کا سفر کیا۔ وہاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بالکل نہیں گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے علاقوں میں گئے جہاں ہمارے ملک کا کوئی بندہ نہیں پہنچا تھا، وہاں کے لوگ بھی فقہ حنفی پر عمل کرنے والے تھے۔ اللہ اکبر!!! یہ خدائی قبولیت تھی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قبولیت کا راز ان کے تقویٰ میں پوشیدہ تھا۔ مجھے تین شخصیتوں سے والہانہ محبّت ہے۔

مجھے سب صحابہ رضی اللہ عنہ سے محبّت ہے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے انوکھی محبت ہے۔
سب ائمہ کی عظمت میرے دل میں ہے مگر امام اعظمؒ سے کچھ انوکھی محبّت ہے۔
سب اکابرین علمائے دیوبند سے محبّت ہے لیکن قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ انوکھی محبّت ہے۔

میں نے ایک مرتبہ بڑا غور کیا تو دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ ان سب حضرات کے اندر تقویٰ کی انتہا تھی۔ شاید ان کی زندگیوں کا وہ تقویٰ ہی ہے جس نے عاجز کے دل کو اتنا متاثر کر دیا ہے۔

’’چنانچہ اگر میں آج یہ قسم کھاؤں کہ مجھے اپنے باپ سے بڑھ کر ان تینوں سے محبّت ہے تو میں حانث نہیں

بنوں گا۔"

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بے مثال تھا، آپ بہت ہی محتاط تھے۔اس امت کو تجارت یا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سکھائی یا پھر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائی۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کے کچھ پھول آپ کے دامن میں بھی ڈالتا چلوں۔

آپ کی کپڑے کی دکان تھی، ایک مرتبہ ظہر کے بعد دکان بند کر کے گھر جانے لگے۔کسی نے کہا: نعمان ! کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا: آپ دیکھ نہیں رہے کہ آسمان پر بادل ہیں۔اس نے پوچھا کہ اگر آسمان پر بادل ہیں تو پھر آپ نے دکان کیوں بند کر دی؟ فرمایا: میری کپڑے کی دکان ہے۔جب آسمان پر بادل ہوں تو لائٹ پوری نہیں ہوتی جس کی وجہ سے گاہک کو کپڑے کی کوالٹی کا صحیح پتہ نہیں چلتا، میں نے اس لیے دکان بند کر دی کہ میرا کوئی گاہک کم قیمت کپڑے کو بیش قیمت کپڑا سمجھ کر نہ خرید لے اللہ اکبر !!! آپ اتنا دھوکا بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔

بخاری شریف کی قبولیت کا راز:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو قبولیت عطا فرمائی وہ ان کے تقویٰ کی وجہ سے تھی، ورنہ حدیث پاک کی کتب میں اور بھی بہت ساری کتب ایسی ہیں جن کا مقام صحت حدیث میں بہت اونچا ہے، مگر جو قبولیت اللہ رب العزت نے صحیح البخاری کو عطا فرمائی وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔چنانچہ آج دنیا کہتی ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

منہ توڑ جواب:

ایک صاحب میرے پاس آئے، یہ ان میں سے تھے جو کسی کی نہیں مانتے، مجھے کہنے لگے کہ آپ لکھے پڑھے بندے ہیں، آپ کیوں حنفی بنے پھرتے ہیں؟ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگے کہ ہم نے تو کتابوں

میں پڑھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ میں نے کہا: اچھا! پہلے تو میں تھا مضبوط حنفی اور اب یہ سن کر بن گیا ہوں اضبط حنفی' وہ کہنے لگے: کیوں؟ میں نے کہا: ''اب آپ جھٹلا نہیں سکتے۔ امام اعظمؒ نے اپنی زندگی میں چھ لاکھ مسائل کے جوابات اپنے شاگردوں سے لکھوائے۔ میں اس شخص کو اپنا امام کیوں نہ مانوں جس نے سترہ حدیثوں سے چھ لاکھ مسائل کے جواب نکالے؟

پھر وہ بات کا رخ بدلنے لگے۔ کہنے لگے کہ میں آپ سے ایک بات کرتا ہوں۔ میں نے کہا: کریں کہنے لگے: پھر آپ کوفہ نہ پہنچ جانا، کیوں کہ میں اکثر اپنے ائمہ کی باتیں بتاتا ہوں۔ میں نے الزامی جواب دیتے ہوئے کہا: جی آپ بات کریں، مگر آپ بھی بخارا نہ پہنچ جانا۔ اگر ہم کوفہ پہنچتے ہیں تو تم بھی تو بخارا پہنچ جاتے ہو۔

قرآن مجید کی خدمت کا صلہ:

امام العلما والصلحا مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سکھ گھرانے سے تھے۔ آپ ایمان لے آئے اور دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے دورہ حدیث کرلیا۔ وہاں ان کی برادری اور خاندان کے لوگ نہیں تھے۔ بہرحال اللہ کے کسی مقبول بندے نے ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہری حالات بھی سنوار دیے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ایک وقت وہ بھی تھا جب شادی کے بعد گھر میں روٹی نہیں ملا کرتی تھی اور آج وہ وقت ہے کہ میرے کھانے کے لیے طائف سے پھل آتے ہیں اور سرگودھا کے کلیار، جو بڑے زمیندار ہیں، ان کی بیویاں برکت کے لیے میرے گھر میں جھاڑو دیتی ہیں۔

میں نے اپنے حضرتؒ سے یہ واقعہ سنا۔ فرماتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے خلفاء میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ فرمانے لگے، اللہ تعالیٰ کے حضور

پیشی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ حضرتؒ کے اوپر خوف خدا غالب رہتا تھا اور آپ کی طبیعت کثیر البکاء تھی، آنکھوں سے اکثر آنسو ٹپکتے رہتے تھے۔

جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حال تھا۔ ان کے بھی اتنے آنسو ٹپکتے تھے کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کی وجہ سے نشان بن گئے تھے۔ بالکل حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی کیفیت تھی فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھا کہ احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ تو میں یہ سن کر اور ڈر گیا۔ میں نے پڑھا تھا:

من نوقش فی الحساب فقد عذب جس سے تفتیش شروع ہوگئی اس کو عذاب دیا جائے گا۔

لہٰذا میں اور گھبرا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور اللہ رب العزت نے فرمایا: احمد علی! تو اور ڈر رہا ہے، آج تو تیرے خوش ہونے کا مقام ہے، تو نے اتنی اچھی زندگی گزاری، قرآن کی اتنی خدمت کی کہ میں نے تمہیں بھی بخش دیا اور جس قبرستان میں تجھے دفن کیا گیا، وہاں کے سب گنہگاروں کو بھی میں نے بخش دیا۔

قرب خداوندی کا سبب:

متقی بندہ اللہ رب العزت کے ہاں بھی مقبول اور اللہ کے بندوں کے ہاں بھی مقبول۔ کیا عالم کیا عوام، کیا چھوٹے کیا بڑے، جسے دیکھو اس کے دل میں اس کی محبّت ہوتی ہے۔ لوگ اس کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ تقویٰ کی وجہ سے قبولیت ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ یَتَقَرَّبُ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبُّہٗ میرا بندہ نفلی عبادت کے ذریعے میرا قرب پالیتا ہے حتی کہ میں اس سے محبّت کرنے لگ جاتا ہوں۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ جب میں اس سے محبّت کرنے لگ جاتا ہوں تو جبرئیلؑ کو بلا کر کہتا ہوں، جبرائیل!

میں اس بندے سے محبّت کرتا ہوں چنانچہ جبرائیلؑ آسمان کے فرشتوں میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبّت کرتے ہیں۔ یہ سن کر سارے فرشتے اس بندے سے محبّت کرنے لگ جاتے ہیں پھر جبرائیلؑ زمین پر آتے ہیں اور ایسی آواز لگاتے ہیں جس کو لوگوں کے کان نہیں سنتے بلکہ ان کے دل سن رہے ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں: اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبّت فرماتے ہیں۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں کہ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ پھر اس کے لیے زمین کے اندر قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

وہ جنگل میں جا کر بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ وہاں بھی منگل بنا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ تقویٰ کی وجہ سے ملتا ہے۔

احسن القصص اور اس کے اسرار و رموز:

جس جگہ پر متقی لوگوں کا اپنا کوئی نہیں ہوتا وہاں اللہ، ان کا اپنا ہوتا ہے۔ جب سیدنا یوسف علیہ السّلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو بھائیوں نے کیا معاملہ کیا؟ وہ ان کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے۔ جب نکالا گیا تو ان کو بیچا گیا قیمت کیا لگی؟ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (یوسف:20) وہ چند کھوٹے سکوں کے عوض بیچے گئے۔

واہ میرے مولا! اب دیکھیں کہ جو چھوٹے بچے ہوتے ہیں ان کے چہرے پر ویسے ہی معصومیت ہوتی ہے اور سیدنا یوسف علیہ السّلام کا حسن تو ویسے ہی بے مثال تھا۔ اتنا حسن تھا مگر قیمت کیا لگی؟ چند کھوٹے سکے...... یہاں سے ایک نکتہ ملا کہ جو نوجوان حسن ظاہر کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ چند کھوٹے سکوں کی متاع کے پیچھے زندگی برباد کر رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو عزیز مصر کے گھر پہنچا دیا، وہاں ایک اور تماشا بنا۔ عزیز مصر کی بیوی کی نیت بد ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ (یوسف:23) اب یہاں ایک نکتہ سمجھیے کہ اس کلام کو مختصر کرنے کا بھی طریقہ تھا۔ یوں کہا جا سکتا تھا کہ عزیز مصر کی بیوی نے ان کو یوں کہا: تو پندرہ لفظوں کی بجائے پانچ لفظوں میں بات ہو جاتی: مگر نہیں، حالانکہ کلام پاک میں اختصار رہے، سمندر کو کوزے میں بند کر دیا جاتا ہے، مگر اس مقام پر معاملہ الٹ نظر آتا ہے، کلام کو مختصر کرنے کی بجائے طویل کلام کو پسند کر لیا گیا، کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کلام نہیں فرمانا چاہتے تھے، جس سے کسی کی غیبت ہوتی کیونکہ اس نے غیبت کو ناپسند کیا ہے، اسے مومنوں پر حرام کر دیا۔ اس لیے بجائے نام لے کر بات کرنے کے کہ اس سے مختصر کلام ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ (یوسف:23) معلوم ہوا کہ اگر ہم بھی کسی کے بارے میں گفتگو کریں تو نام لے کر بات کرنے کی بجائے ہمیں بھی اسی طرح تھرڈ پرسن کی بات کرنی چاہیے، یوں ہم بھی غیبت سے محفوظ ہو جائیں گے۔

اب دیکھیے! وہ غلام تھے، مالکہ نے کام کے لیے کمرے میں بلایا

وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ (یوسف:23) اور دروازے بند کر دیے۔

ابواب کی تفسیر مختلف مفسّرین نے مختلف لکھی ہے، بعض نے کہا کہ جی کمرے کے اندر کمرہ تھا، اس کمرے کے اندر بھی کمرہ تھا، اس طرح کئی کمروں میں بلایا۔ یہ بھی صورت ہو سکتی ہے اور یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ایک کمرے کے ایک سے زیادہ دروازے بھی ہوتے ہیں، ایک دروازہ کسی صحن میں نکلتا ہے تو دوسرا دروازہ کسی کمرے میں نکلتا ہے، تیسرا دروازہ کسی اور طرف کو نکلتا ہے...... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھڑکیوں کو

بھی دروازہ ہی شمار کرلیا گیا ہو۔تو ایک کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کے بند کرنے کو بھی ابواب کہا گیا، بہرحال جوصورت بھی تھی، دروازے بند کردیے گئے، پھر اس نے اپنی نیت کا اظہار کیا اور کہا:

وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ (یوسف:23) توانہوں نے فوراً جواب میں کیا فرمایا:

قَالَ مَعَاذَاللّٰهِ (یوسف:23) معاذ اللہ۔ یہ فقرہ یاد کر لیجیے! جب بھی کبھی آپ کے سامنے گناہ کا موقع پیش ہو،اس وقت اگر آپ یہ دوالفاظ زبان سے کہہ دیں معاذ اللہ،تو اللہ تعالیٰ نے جیسے سیدنا یوسفؑ کو بچالیا تھا ۔دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے گا۔ان الفاظ کو یاد کر لیجئے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع ہو، کہہ دیا کریں معاذ اللہ،معاذ اللہ اس طرح بندہ اللہ رب العزت کی پناہ میں آجاتا ہے۔

آگے کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا (یوسف:24) اور تحقیق اس عورت نے بھی ارادہ کیا اور انہوں نے بھی ارادہ کیا۔

اب یہاں پر کچھ لوگوں کو شبہ پیدا ہوا المرء یقیس علیٰ نفسه (بندہ دوسروں کو اپنے آپ پر قیاس کرتا ہے) ہمارا تو یہ حال کہ ہمیں کہیں سے بھی گناہ کی دعوت ملے تو گناہ کے لیے ہماری نیت بن جاتی ہے، اسی وقت پھسل جاتے ہیں۔تو لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس نے بھی ارادہ کیا اور آگے سے یوسفؑ نے بھی ارادہ کیا۔ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔دیکھیں ''هم'' کا لفظ ایک ہی ہے مگر ایک نے ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا اور دوسرے نے ہاتھ واپس دھکیلنے کا ارادہ کیا۔ایک نے گناہ کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا اور دوسرے نے اسے اپنے سے پیچھے ہٹانے کا ارادہ کیا......کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی بندہ ناپسند ہو تو وہ آکر ملنا بھی چاہے تو دوسرا بندہ اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتا ہے۔اسی طرح ارادہ اِس نے بھی کیا

اور ارادہ اُس نے بھی کیا، لفظ تو ارادے کا لگا مگر ارادہ اپنی اپنی شان کے مطابق تھا۔ زلیخا نے ارادہ کیا تھا، گناہ کرنے کا اور سیدنا یوسفؑ نے ارادہ کیا تھا اس کو پیچھے دھکیلنے کا سیدنا یوسفؑ کا گناہ کا ارادہ نہیں تھا۔ ورنہ دلوں کے بھید جاننے والے پروردگار گواہی نہ دیتے کہ:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ (یوسف:24) اس کی دلیل بھی قرآن عظیم الشان سے کیونکہ اَلْقُرْآن یفسر بعضه بعضا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ (یوسف:24) اسی طرح ہم نے اسے بچالیا، سوء سے اور فحشاء سے۔

یہاں دو لفظ استعمال ہوئے، سوء اور فحشاء۔ مفسّرین نے لکھا ہے کہ سوء کا لفظ غیر عورت کو ہاتھ لگانے، اسے گلے لگانے اور اس کا بوسہ لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گویا بوس و کنار کے لیے سوء کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور زنا کے لیے فحشاء کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہاں قرآن مجید بتا رہا ہے کہ انہوں نے جو ارادہ کیا تھا، اس وقت اگر نیت میں میل ہوتی تو پھر سوء سے کیسے بچ سکتے تھے؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس کو بچایا سوء سے بھی اور فحشاء سے بھی۔ تو معلوم ہوا کہ سیدنا یوسفؑ نے بچنے کے لیے دفاع کا ارادہ کیا اور زلیخا نے زنا کا ارادہ کیا۔

اس کی ایک اور دلیل سنیے! سیدنا یوسفؑ گناہ کا نام سنتے ہی فوراً دروازے کی طرف بھاگے، سبحان اللہ، یہ فراست مومنانہ ہے۔ اگر وہیں کھڑے ہو کر الجھتے رہتے اور ان کا قمیض پھٹتا تو کس سائیڈ سے پھٹتا؟ سامنے سے، اس طرح الزام ان کے اوپر آجاتا۔ یہ فراست مومنانہ تھی کہ آپ دروازے کی طرف بھاگے، پھر اس نے پیچھے سے پکڑا تو کپڑا کدھر سے پھٹا؟ پیچھے سے پھٹا۔ اللہ تعالیٰ نے بچے سے گواہی دلوا

دی، اللہ تعالیٰ یوں مہربانی فرماتے ہیں کہ متقی بندے پر جب اس طرح کی بات کوئی آتی ہے تو وہ معصوم بچے جو ضابطہ قدرت کی وجہ سے نہیں بولا کرتے۔ میرے پروردگار ان متقی بندوں کی خاطر ضابطے بدل کر ان کو قوت گویائی عطا فرما دیا کرتے ہیں اور وہ ان کی پاک دامنی کی گواہی دے دیا کرتے ہیں۔

پھر حضرت یوسف علیہ السّلام کو جیل میں جانا پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہاں سے نکال کر تخت عطا کر دیا۔ قحط آیا، اس دوران ان کے بھائی بڑے پریشان ہوئے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے بھائی بنیامین کو ایک حیلے سے اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر دوسری مرتبہ بھائی آئے ...... یہ ساری روداد قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ سورۃ یوسف کو احسن القصص کیوں کہا گیا؟ اس لیے کہا گیا کہ سیدنا یوسفؑ پر ایک ایسا وقت آیا جب انہوں نے اپنے آپ کو بے سہارا پایا، ان کا کوئی اپنا نہیں تھا۔ والد ویسے ہی جدا تھے۔ بھائیوں نے یہ حال کر دیا۔ جن کے ہاں غلام بنے اس عورت نے ہی جیل بھجوا دیا۔ تو ان کا اپنا تو کوئی بھی نہیں تھا، سارے سہارے ٹوٹ گئے۔ جب انسان دنیا میں ہر طرف سے بے سہارا ہوتا ہے تب اس کا سہارا پروردگار ہوتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کو فرمایا گیا: اے میرے محبوب ﷺ! آپ کے بھائی یوسفؑ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ آپ بھی اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کرتے ہیں، اس کا سہارا بھی ہم بنے تھے اور آپ کا سہارا بھی ہم بنیں گے۔ اور جب اللہ تعالیٰ سہارا بنے تو پروردگار نے تخت بھی عطا فرما دیا۔ آج لوگوں کو تخت کے لیے کثرت چاہیے، تائید چاہیے، لوگ چاہئیں۔ برادری چاہیے۔ قبیلہ چاہیے، شہرت چاہیے، تب جا کر کہیں چھوٹی سی ممبری ہاتھ آتی ہے۔ اس لیے کہ اصل منبر تو یہ منبر رسول ہے۔

اللہ تعالیٰ سیدنا یوسفؑ کو تخت عطا فرما دیتے ہیں۔ بھائی آتے ہیں اور آ کر کہتے ہیں۔

يَآَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ

عَلَيْنَا ط اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ (یوسف:88) اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگ دستی نے بے حال کر دیا، ہم قیمت بھی وہ لائے جو پوری نہیں، ہمیں وزن پورا دے دے! اور ہم پر صدقہ وخیرات کر دے! بے شک اللہ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔ جب بھائیوں نے آکر بھیک مانگی، سائل کیا کہتا ہے؟ اللہ کے نام پہ دو! وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا (یوسف:88) ہم پر صدقہ خیرات کر دو۔ جب بھائیوں نے آکر بھیک مانگی تو حضرت یوسفؑ نے پوچھا: مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ (یوسف:89) تم نے یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟

یہ سن کر بھائی ہکا بکا رہ گئے۔ کہنے لگے: ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ (یوسف:90) کیا آپ یوسف ہیں؟ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَا اَخِيْ (یوسف:90) فرمایا: ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (یوسف:90) تحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ (یوسف:90) بے شک وہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اپنے اندر صبر وضبط پیدا کرتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یوسف:90) پس اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتے۔

چنانچہ جو بندہ بھی سیدنا یوسفؑ کی طرح تقویٰ کی زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ اسے عرش پر بٹھائیں گے اور جو ان کے بھائیوں کی طرح گناہوں کی زندگی گزارے گا اللہ تعالیٰ اسے سائل بنا کر فرش پر کھڑا کر دیں گے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس وقت آتی ہے جب انسان اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کرتا ہے۔ آج امت بے سہارا ہے مگر۔ آج ایسا ہی وقت ہے کہ امت اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کر رہی ہے

پہلے بھی یہی رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا (یوسف:84) حتیٰ کہ جب رسول بھی ناامید ہونے لگے اور ان کا یہ گمان تھا کہ اب ان کو جھٹلا دیا گیا، تب ان پر ہماری مدد آئی۔

کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ ایسے پوائنٹ پر پہنچا دیتے ہیں جہاں چاروں طرف اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا ہوتا حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (التوبہ:118) حتیٰ کہ زمین اپنی پوری فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو جاتی ہے۔ اور بندے کا گمان کیا ہوتا ہے؟ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ (التوبہ:118) وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہمارا کوئی ملجا اور ماویٰ نہیں ہے۔ اس جگہ پر پہنچ کر اللہ کی مدد آتی ہے۔

ہمیں بھی ہمت سے کام لینا چاہیے اور اپنی زندگی سے گناہوں کو سو فیصد ختم کر کے اپنے رب سے صلح کر لینی چاہیے، تقویٰ کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کا وزن ہمارے پلڑے میں آ جائے گا اور ہمارا پلڑا پورے جہان سے جھک جائے گا۔

آج اس کی بے حد ضرورت ہے، اخباروں کی ضرورت نہیں ہے۔ آج تو جمعہ پڑھانا ہوتا ہے تو کہتے ہیں، جی ذرا دو تین اخباریں لے آنا، یوں اخباری جمعے پڑھاتے ہیں۔ کیا قوم کی اصلاح ہو رہی ہے!!!؟ منبر رسول پر بیٹھ کر اخباری جمعے!!! فلاں نے یہ کر دیا، فلاں نے وہ کر دیا۔ وہ سمجھتے ہیں، ہم بڑی اصلاح کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے، حالت یہ ہوتی ہے کہ مسجد کے صدر سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں نکال ہی نہ دے۔

عزیز طلباء! ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ امامت کو ملامت نہ بنانا۔ جب ہم تقویٰ کو چھوڑ دیتے تو

پھر امامت کو ملامت بنا بیٹھتے ہیں۔اس لیے آج دلوں میں یہ عہد کیجیے کہ ہم آئندہ شریعت پر اختیار کے ساتھ عمل کریں گے اور تقویٰ کی زندگی گزاریں گے۔

احتیاط تو یہ بھی ہے مگر۔

ویسے ہم دنیا کے معاملے میں بہت محتاط ہیں مثال کے طور پر:

ائیر پورٹ پر آٹھ بجے جانا ہو تو بیوی سے کہتے ہیں جلدی تیار ہو جانا، جانا تو آٹھ بجے ہے لیکن احتیاطاً ہم پونے آٹھ بجے وہاں پہنچ جائیں گے۔

انٹرویو کے لیے چھ بجے جانا ہوتا ہے، کہتا ہے کہ جی میں نے جانا تو تھا چھ بجے مگر To be on the safe side (احتیاطاً) میں دس منٹ پہلے پہنچ گیا۔

مہمان بلاتے ہیں پندرہ اور بیوی سے کہتے ہیں To be on the safe side (احتیاطاً) بیس آدمیوں کا کھانا بنا دینا۔

یعنی ہم دنیا کے معاملے میں بڑے محتاط ہے۔ یہ To be on the safe side کے الفاظ کو اگر قرآنی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کو تقویٰ کہتے ہیں، کہ متقی بندہ ہمیشہ To be on the safe side (محتاط) رہ کر زندگی گزارتا ہے۔وہ گناہ کا Risk (رسک) ہی نہیں لیتا۔

تقویٰ کا دائرہ کار:

کچھ صوفیوں کو دیکھا کہ وہ کھانے پینے میں بڑا تقویٰ اختیار کرتے ہیں مگر لین دین کے معاملات میں کچھ بھی نہیں ہوتے، بیوی کو گھر میں ستایا ہوا ہوتا ہے۔نہ اس سے بنتی ہے، نہ اُس سے بنتی ہے۔ یہ کیسا تصوف ہے؟......تقویٰ یہ نہیں ہوتا بلکہ تقویٰ پوری زندگی پر محیط ہوتا ہے، فقط بازار کی چیزیں کھانی چھوڑ دینے سے بندہ متقی نہیں بن جاتا بلکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ معاملات، معاشرت بلکہ ہر چیز میں انسا

ن شریعت کے مطابق زندگی گزارے۔ آئیے قرآن سے پوچھیے کہ تقویٰ کیا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ:177)

نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق کی طرف منہ کرلو یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر، اور نبیوں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردن چھڑانے والوں پر خرچ کریں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور وعدے جو کر لیے پورے کریں اور سختی اور تکلیف کے وقت اور معرکہ کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

دیکھا! یہ ہیں متقی بندے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تقویٰ بھری زندگی نصیب فرمادے۔ آمین

دنیا کی چیک پوسٹ میں پوشیدہ ایک سبق:

ہم لوگ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ وہاں کام کرنے والے ہمارے ایک دوست بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے دیکھا کہ جب چیک پوسٹ آنے لگی تو خوف کی وجہ سے اس کا رنگ فق ہوگیا۔ میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: حضرت! میں ورقہ بنوانا بھول گیا ہوں۔ یہ وہ ورقہ

ہوتا ہے جو عمرہ کرنے کا اجازت نامہ ہوتا ہے۔ میں احرام باندھ کر آپ کے ساتھ عمرہ کرنا چاہتا تھا اور میرا دھیان ہی ادھر نہ گیا اور اب مجھے یہ خیال آ رہا ہے کہ یہ روکے گا اور ورقہ دیکھے گا، اگر اس نے روک لیا تو مجھے واپس بھیج دے گا۔ عمرہ تو میں بعد میں بھی کرلوں گا مگر میں آپ کے ہمراہ سیکھ کر عمرہ کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اب اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا۔ جیسے جیسے چیک پوسٹ والا مقام قریب آتا گیا، اس بیچارے کے پسینے چھوٹتے گئے۔ کچھ پڑھ بھی رہا تھا اور خوف زدہ بھی تھا، جن کے پاس ویزے تھے وہ سب مزے میں تھے، مگر اس کی کیفیت عجیب تھی۔ دور سے ہی اس کی نظر شرطہ پر تھی کہ کوئی ہے بھی یا نہیں۔ اللہ کی شان کہ ایک کی بجائے دو کھڑے تھے۔

جب گاڑی ان کے قریب پہنچی تو ڈرائیور نے گاڑی آہستہ کردی۔ پولیس والے نے اشارہ کیا امھــــــل (روکو) جیسے ہی اس نے رکنے کا اشارہ کیا تو خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ''اوہ'' کا لفظ نکلا کہ مجھے روک لیا گیا۔ لیکن اللہ کی شان کہ جیسے ہی ڈرائیور نے گاڑی روکی اور پولیس والے نے ذرا قریب ہو کر دیکھا تو اس عاجز کا مسکین چہرہ سامنے تھا: وہ دیکھ کے کہنے لگا: یلّا ہم نے بھی کہا: اللہ ای اللہ۔ جب ہم وہاں سے نکل گئے تو وہ بالکل فریش ہو گیا۔ میں نے اس وقت کہا: بھئی! آج مجھے ایک بات سمجھ میں آ گئی۔ کہنے لگا: حضرت! کیا؟ میں نے کہا قیامت کا دن ہوگا۔ لوگ ایک ایک کر کے اللہ رب العزت کے روبرو پیش ہو رہے ہوں گے۔

جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام: 94) اور اُدھر بھی چیک پوسٹ بنی ہوئی ہوگی۔ حق لینے والے لوگ بھی کھڑے ہوں گے اور اللہ کے فرشتے بھی کھڑے ہوں گے۔ کچھ قسمت والے ہوں گے

جن کے پاس نیکیوں کے پرمٹ ہوں گے، ان کو سیدھا جانے دیا جائے گا۔ اور کچھ ایسے ہوں گے جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمادیا: حکم ہوگا۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24) ان کو روک لیجیے ان سے سوال کیا جائے گا۔

اس وقت ہمارا کیا بنے گا۔ حکم ہوگا، اس کو روک لیجئے ، ہمارے نام کی روٹیاں کھاتا تھا اور ہمارے ہی حکموں کو چھپ چھپ کے توڑتا تھا،

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24)

اس کو روک لیجیے یہ دیکھنے میں بڑا صوفی بنا پھرتا تھا مگر اپنے گھر کے ماحول کو جہنّم بنا رکھا تھا، غصہ قابو میں نہیں آتا تھا، نہ بچوں پہ شفقت نہ بیوی پہ رحمت۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24)

اس کو روک لیجئے۔ ہم نے اس کو کتنی نعمتیں عطا فرمائی تھیں، من پسند کے کھانے کھایا کرتا تھا، اس کے پاس سائل مانگنے کے لیے جاتے تھے۔ یہ ان کو جھڑکیاں دے کر گھر سے بھیج دیا کرتا تھا۔

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصفت:24)

آج ان سے سوال پوچھا جائے گا۔

آج ہمت کر لیجیے ارادے کر لیجیے اور اللہ سے مانگ لیجیے کہ اے اللہ! ہمیں تقویٰ کی زندگی عطا فرمادیجیے تاکہ قیامت کے دن کی چیک پوسٹ سے ہم بچادیے جائیں۔ جب متقی بندے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر:73) ان کو جنت کا گیٹ دکھادیا جائے گا کہ

اے میرے متقی بندو! تم اتنی احتیاط سے میری شریعت پر عمل کرتے تھے، جاؤ! جنت کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں۔ تم نے دنیا میں بہت ہی تکلیفیں برداشت کی ہیں، اب سیدھے جنت میں چلے جاؤ! جیسے ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے اسی وقت کہیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ سب تعریفیں اللہ کے لیے جس نے سب غم دور کر دیئے۔

اللہ رب العزت ہمیں آج احتیاط کے ساتھ شریعت پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ